

بنات خدیجۃ الکبریٰ

BANAT- E- KHADEEJATUL KUBRA

ذی الحجه ۱۴۴۴ ه ق جولائی 2023 ء

شمارہ اول

- ایک مجاہد کی بیوی کا تشکیل پر موجود شوہر کے نام خط
- تعلیم نسواں، ایک عقلی دلیل کا جواب
- بیٹی اور بہو کے حقوق

فہرست مضامین

اداریہ

مجلہ "بناتِ خدیجۃ الکبریٰ" کا اہم مقصد

الحمد للّٰہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللّٰہ اما بعد:

فأعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم   بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

وجاهدوا في اللّٰہ حق جهاده

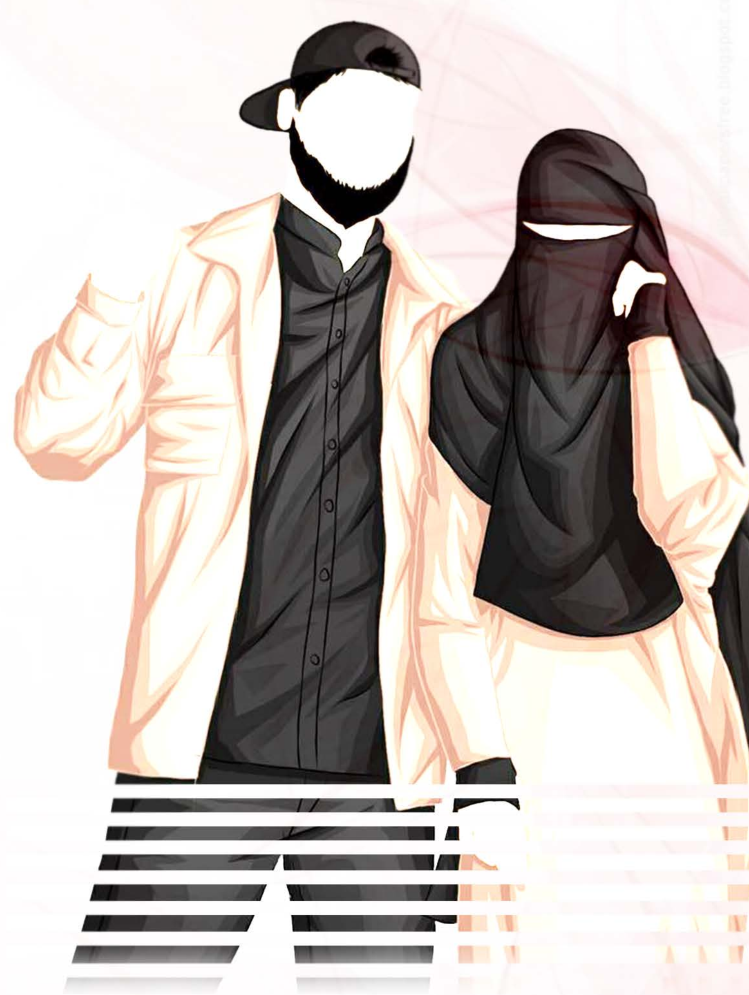
اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں تو ہم یہ جان جائیں گے کہ دینی احکام جیسے مردوں پر لاگو ہوتے ہیں، خواتین اس سے بلکل بھی مستثنیٰ نہیں ہیں، سوائے چند مخصوص احکام کے، جن میں سے بعض خواتین اور بعض مردوں کے ساتھ خاص ہیں ۔ اسی طرح جہاد اور ظلم و جبر کے خلاف مقابلہ کرنے میں بھی خواتین کو مخصوص طریقے کے ساتھ جدوجہد کرنے کا حکم ہے ۔

چونکہ حالات ایسے ہیں کہ سیَر کی روشنی میں فقہاء کی تصریحات کے مطابق خواتین کو میدان جنگ پر لے جانا مناسب نہیں ہے تو ان پر لازم ہے کہ وہ خط و کتابت، میڈیا کے استعمال سے لیکر مالی مدد تک تمام وہ طریقے استعمال کریں جس سے اسلام، مسلمانوں اور مجاہدین کو فائدہ اور ان کے دشمن کو نقصان ہو اور خواتین جہاد کی فرضیت کے ذمے سے بھی فارغ ہوجائیں ۔ کم از کم اللہ کے حضور کھڑے ہوکر یہ تو کہہ سکیں گی کہ یا اللہ! ہم نے تیری راہ میں تیرے دین کی سربلندی کی خاطر اتنا کردار تو ادا کیا، جتنا ایک بلبل (یا کسی اور ننھے پرندے) نے ابراہیم علیہ السلام کی آگ کو بجھانے کیلئے ادا کیا ۔

تو محترم بہنو!

یہی مجلہ "بناتِ خدیجۃ الکبریٰ" کا اہم مقصد ہے کہ ہماری وہ بہنیں جو ہم سے رابطے میں ہیں اور خط و کتابت کی صلاحیت رکھتی ہیں، اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے مضامین ہم تک پہنچائیں، جس میں دعوت جہاد کے ساتھ ساتھ، اصلاح نفس اور دین سے دور مسلمان بہنوں کیلئے وعظ و نصیحت ہو تاکہ وہ اپنی خلقت کے بنیادی مقاصد سے باخبر ہوں ۔

لہذا، اپنی خط و کتابت کی صلاحیت کو صحیح جگہ استعمال کریں اور تحریک طالبان پاکستان کے مجلہ "بناتِ خدیجۃ الکبریٰ" کیلئے اسلامی و جہادی مضامین و حکایات تحریر کرکے ارسال کریں ۔ اللہ رب العزت آپ کی صلاحیتو کو مزید بڑھائے اور آپ کی کاوشوں کو قبول فرمائے ۔ آمین ۔



مرد عورت کا فرق، لبرلز کا عجیب فلسفہ

خدیجہ قریشی

ہم جب سوشل یا الیکٹرانک میڈیا پر خواتین کے حقوق کے حوالے سے مواد دیکھتے ہیں تو دیکھنے میں آتا ہے کہ کچھ خواتین، گھروں میں شوہر، والدین، ساس، سسر اور گھر کے دیگر افراد کی خدمت کو بوجھ اور اپنے اوپر ظلم سمجھتی ہیں اور دوسروں کو بھی یہ غلط فلسفہ سمجھانے کی کوشش کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر وہ کہتی ہیں:

میں بچوں کی دیکھ بال کرتی ہوں تو میرا خاوند کیوں نہیں کرتا؟

میں کھانا بناتی ہوں تو میرا خاوند کیوں نہیں بناتا؟

میرا ساس اور سسر سے کیا لینا دینا، یعنی میں ان کی خدمت کیوں کروں؟

اس کے علاوہ ہماری بعض بہنیں گھر میں اصولی طور پر پابند زندگی کو بھی تنقید کا نشانہ بناتی ہیں۔

مغرب کی دلدادہ خواتین ہمارے معاشرے میں خواتین کے حوالے سے جتنی بھی بات چیت کرتی ہیں اس سب کا دارومدار اسی پر ہے کہ خواتین مردوں جیسی زندگی کیوں نہیں گزارتیں یا کیوں نہیں گزار سکتیں؟۔

اس کے کئی جوابات دیئے جاسکتے ہیں۔ میں یہاں ذرا مختصر کر کے بیان کروں گی تاکہ آسانی کے ساتھ بات سمجھ میں آسکے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ انسانوں میں ہی نہیں بلکہ تمام جانداروں کے نر و مادہ میں فطری طور پر فرق ہوتا ہے یہاں تک کہ سائنسدان پودوں اور درختوں میں بھی اس نوعیت کا فرق بیان کرتے ہیں۔ آپ ٹی وی پر دیکھتے ہی ہوگے کہ شیر و شیرنی، مرغا و مرغی اور گائے اور بیل وغیرہ کی زندگیوں میں کتنا فرق ہوتا ہے؟۔ مرد و عورت کی زندگیاں بھی فطرتاً ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ وہ طاقت، جرأت، صلاحیت، جلالت اور شان و شوکت جو مرد کو حاصل ہے وہ عورت میں کہاں ہے؟۔ ہاں یہ ہے کہ خواتین میں اپنی صلاحیتیں موجود ہیں مگر اس کا یہ مطلب یہ نہیں کہ وہ مرد کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ اس کی ایک مثال یوں لے لیں کہ ایک خاتون کسی جگہ کام کرتی ہے جہاں مرد اسے گھورتے ہیں تو کیا وہ مطمئن یا کمفرٹیبل رہ سکتی ہے؟ اس کے بالمقابل مرد کو اس کی کوئی پرواہ ہی نہیں ہوتی بلکہ وہ اسے گھورنا سمجھتا ہی نہیں ہے۔ یہی ہے فطری فرق۔

اسی طرح سپورٹس و شوبز وغیرہ کے حوالے سے بھی یہ بات زیادہ ہوتی ہے کہ یہ فرق نہیں ہونا چاہئے۔ اگر خواتین کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ مرد کے برابر ہیں، مرد کرکٹ و فوٹبال کھیل سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں؟ تو ایسا سوال بھی تو بنتا ہے کہ کیا آپ کرکٹ و فوٹبال میں ہی مرد کا مقابلہ کر سکتی ہیں؟

خواتین کیلئے الگ ٹیم کا انتخاب کیوں ہے؟

ایک ملک کے کچھ انٹرنیشنل کھلاڑی مرد اور کچھ خواتین کیوں نہیں ہیں؟

ان کی تنخواہوں، سپانسر اور میچ فیس سمیت کئی چیزوں میں یہ واضح فرق کیوں نظر آرہا ہے؟

اس کا مطلب تو ہمیں یہی سمجھ میں آتا ہے کہ مرد اور خواتین کی صلاحیتوں میں ہی فرق ہے اور اہل مغرب بھی اسے تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ایک خاتون مرد جتنی طاقتور و باصلاحیت ہو ہی نہیں سکتی اور یہ فرق فطری ہے کسی نے خود سے نہیں بنایا۔

یہاں سوشل میڈیا پر معروف مفتی طارق مسعود صاحب کا ایک لطیفہ ملحوظ ہو: وہ کہتے ہیں کہ آپ مرغی اور مرغے کو دیکھیں، مرغا کیسے اکڑتا ہوا تین تین چار چار مرغیوں کو لیکر چلتا ہے اور بالمقابل مرغیوں کو دیکھیں نہ تو وہ اکڑ کر چلتی ہے اور نہ ہی اس کے پیچھو کوئی مرغی یا مرغا چلتا ہے۔

خاتون کو نام نہاد برابری اور مساوات کے پیچھو لگا کر غیرت و حیاء سے عاری مردوں نے ان کا کیسے کیسے استعمال کیا اور کر رہے ہیں، اس سب

کے حوالے سے آپ مسلسل دیکھ اور سن بھی رہے ہوگے کہ مختلف دفاتر اور انڈسٹریز میں کیا کیا نہیں ہوتا؟۔ یہ تو انگریزوں اور خاتون کا جنسی استحصال کرنے والوں کے رکھے گئے نام ہیں فلاں خاتون ایکٹر ہے، فلاں سِنگر ہے اور فلاں ماڈل ہے۔ حقیقت تو یہی ہے کہ خاتون کو چند پیسے دیکر ان کا حیاء سلب کیا جاتا ہے، مختلف طریقوں سے اس کی عزت مجروح کر کے دنیا کو دکھایا گیا اور اسے چند دنوں کی جعلی عزت سے نوازا گیا۔ اس حوالے سے آپ کئی خواتین کی انٹرویوز دیکھ سکتے ہیں۔

ہمارے پاکستان کی کچھ ڈرامہ ایکٹریسز ہیں جو بڑے جہر سے یہ کہتی ہوئی سنی گئی ہیں کہ وہ مرد کی محتاج نہیں، اسے شوہر کی ضرورت نہیں اور وہ اگر خود سے کچھ بھی کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، میرا جسم میری مرضی وغیرہ ناشائستہ الفاظ کا استعمال کرتی ہیں۔ مگر حقیقت میں وہ ایک باس کے سامنے دست بستہ کھڑی رہتی ہے کہ کوئی اشارہ ملے اور میں اس کا کھلونا بنوں اور چند پیسے ہاتھ آجائیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حقائق سے انکار کر کے اور زندگی کی جعلی تصویر لوگوں کے سامنے رکھ کر معلوم نہیں یہ خواتین کیا ثابت کرنا چاہتی ہیں؟۔

یہ تو چند عقلی باتیں ہوئیں، اصل چیز ہمارے لئے ہماری اسلامی تعلیمات ہیں۔ اللہ رب العزت نے اپنے پیارے رسول کو خواتین کے بارے میں جن تعلیمات کے ساتھ مبعوث فرمایا تو اس میں بھی اس فطری فرق کو ملحوظ رکھا گیا۔ مرد کو گھر کی سربراہی سے لیکر ریاست کی سربراہی کیلئے خاص کیا تو اس کیلئے قرآنی ارشادات کے بعد دوسری دلیل کی ضرورت شاید نہ ہو مگر اس پر اللہ رب العزت نے مرد کی سخاوت اور مال خرچ کرنے کو دلیل کے طور پر پیش کیا۔ ہم اپنے معاشرے میں بھی دیکھتے ہیں کہ مرد تو سالہا سال کما کر بیوی بچوں کو کھلاتا ہے مگر دوسری جانب عورت دو پیسے کمائے تو جتانے لگتی ہے اور مشکل سے ہی گھر کے کاموں میں صرف کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما أنفقوا من أموالھم •

ترجمہ: مرد ذمہ دار ہیں عورتوں کے، بہ سبب اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور بہ سبب اس کے کہ یہ اپنے مال میں سے خرچ کرتے ہیں۔

تفسیر: اس آیت کے تحت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں خاص حکمت و مصلحت کے تحت ایک کو ایک پر بڑائی دی ہے، کسی کو افضل کسی کو مفضول بنایا ہے جیسے ایک خاص گھر کو اللہ نے بیت اللہ اور قبلہ قرار دے دیا، بیت المقدس کو خاص فضیلت دے دی، اسی طرح مردوں کی حاکمیت بھی ایک خداداد فضیلت ہے، جس میں مردوں کی سعی وعمل یا عورتوں کی کوتاہی و بے عملی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ دوسرا اشارہ (مال خرچ کرنا) ایک اہم اصول زندگی کے متعلق یہ بھی ہے کہ عورت اپنی خلقت و فطرت کے اعتبار سے نہ اس کی متحمل ہے کہ اپنے مصارف خود کما کر پیدا کرے، نہ اس کے حالات اس کیلئے سازگار ہیں کہ وہ محنت مزدوری اور دوسرے ذرائع کسب میں مردوں کی طرح دفتروں اور بازاروں میں پھرا کرے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے پوری ذمہ داری مردوں پر ڈال دی، شادی سے پہلے باپ اس کا متکفل ہے اور شادی کے بعد شوہر۔ آگے لکھتے ہیں کہ ان دونوں وجہوں کے ذریعے بتلا دیا گیا کہ مردوں کی حاکمیت سے نہ عورتوں کا کوئی درجہ کم ہوتا ہے اور نہ ان کی اس میں کوئی منفعت ہے، بلکہ اس کا فائدہ بھی عورتوں ہی کی طرف عائد ہوتا ہے۔{معارف القرآن ۲: ۴۴۷)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

چنانچہ مشاہدہ ہے کہ خدا نے عورت و مرد کی خلقت میں کتنا فرق رکھا ہے؟

مرد جسمانی قوت میں عورت سے زیادہ ہوتا ہے

عقل مرد کی زیادہ ہوتی ہے

آواز مرد کی بلند ہوتی ہے

مرد عورت سے رائے میں زیادہ پختہ ہوتا ہے

اور عورت کو دیکھا جائے تو اس کی ہر چیز مرد سے کم نظر آتی ہے، ظاہری اعضاء کی بناوٹ میں بھی اور عقل و رائے میں بھی۔{اشرف الجواب ۴۱۳)

اسی طرح درجنوں احادیث مبارکہ میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ مرد و عورت کی نماز سے لیکر تجارتی مسائل تک میں فرق دکھایا گیا ہے۔

مذکورہ سطور سے آپ نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ مرد و عورت کے درمیان کا فرق فطری ہے اور اس باب میں از روئے شریعت بہت کچھ لکھنے کو ہے مگر اس پر اس بنا پر اکتفا کیا جائے کہ یہاں شرعی دلائل بھی موجود ہیں یہ صرف علماء کی بنائی گئی باتیں نہیں ہیں، جس طرح آج کل کے چند جہلاء سے سننے میں آتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ بعض نادان خواتین خود کو گھروں میں رہنے یا باپردہ رہنے کی وجہ سے مظلوم سمجھتی ہیں یا وہ سمجھتی ہیں کہ بس ہم ہی قید میں ہیں۔ اس بارے میں بھی طویل گفتگو کی جاسکتی ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ صرف خواتین ہی نہیں بلکہ مرد بھی مختلف قیودات میں زندگی گزارتے ہیں۔ جیسا کہ گھر، نان ونفقے کا انتظام کرنا وغیرہ... اور یہ کتنا مشکل کام ہے، ایک غریب باپ ہی اس کا جواب دے سکتا ہے۔

ایک مجاہد کی بیوی کا تشکیل پر موجود شوہر کے نام خط

میرے پیارے اور محترم ہمسفر!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ ہمارے بچے خط لکھتے وقت بھی میرے پاس کھڑے ہو کر پوچھ رہے تھے کہ ہمارا بابا کب آئیں گے؟۔ آپ نے کہا تھا کہ رمضان میں آئیں گے پھر کہا کہ چھوٹی عید پر آئیں گے، پھر کہا کہ بکرا عید پر آئیں گے۔

امی! ہمارے بابا کا رابطہ ہوتا ہے؟

امی! وہ شہید یا گرفتار تو نہیں ہوئے؟

امی! اگر ہمارے بابا واپس نہ آئے تو ہم کیا کریں گے؟

امی! ابو کو خط میں لکھ دیں کہ وہ گھر آجائیں

امی! ان سے کہیں کہ بس ہم سے اور نہیں رہا جاتا

امی! انہیں لکھیں کہ باہر کسی بھی موٹر سائیکل کی آواز سن کر ہمیں آپ کی یاد آتی ہے

امی! کتنا مزہ آئے گا نا... جب ہم دروازے کی طرف دوڑ کر بابا کو گلے لگائیں گے۔

خیر... میں بھی کیا کیا لکھ کر آپ کو افسردہ کر رہی ہوں۔

اللہ کی راہ کے اس سفر میں آپ کے ساتھ میرے ہاتھوں سے کپڑے میں لپٹی ہوئی پانی کی بوتل، عطر کی شیشی، آئنہ اور کنگھی، سوئی دھاگہ، میرے ہاتھوں نقش کدہ رومال اور چادر آپ کو شاید آپ کی ہمسفر کی یاد دلائیں۔

میں اس بات سے سو فیصد مطمئن ہوں کہ آپ نے اللہ کی راہ میں سفر کو اس پر ترجیح دی کہ آپ محنت مزدوری کر کے ہمیں کھلائیں، ہر شام ہماری ملاقات ہو، ہماری عام سی زندگی ہو، آپ اپنے بچوں کے ساتھ رہیں، روزانہ انہیں اسکول و مدرسہ چھوڑنے جائیں، انہیں بازار لیجا کر شاپنگ کروائیں، انہیں پارک لیجا کر تفریح کروائیں اور مجھے ہر ماہ میکے لیجائیں۔ یہ ہر کسی کیلئے شاید نہ ہو مگر میرے لئے اطمئنان بخش ہے کہ میرا شوہر اپنوں سے دور جنگلوں اور دریاؤں کا سفر اس لئے طے کر رہا ہے کہ وہ مظلوموں کا ساتھی ہے، حق کا راہی ہے اور اس کا وجود ہی توحید کی گواہی ہے۔

میں اب بھی اپنے آنسو پونچھ کر یہ بات لکھ رہی ہوں کہ اس راہ میں شاید آپ کو جیل یا موت کا سامنا کرنا پڑے، آپ دشمن کے ہاتھوں مار کھائیں، ایک تہہ خانے میں زندگی کا حصہ اس حال میں گزرے کہ آپ کو میری یاد بھی ستائے یا آپ کا جنازہ اس حال میں پڑھایا جائے کہ آپ کے بیوی بچے آپ کا دیدار بھی نہ کر سکیں مگر... میرے اطمئنان پر شاید آنچ نہ آئے۔ ان شاء اللہ تعالی۔

آپ یونہی مظلوموں کا ساتھ دیتے رہیں، بندوق ہاتھ سے جانے نہ دیں، ظالموں کی آنکھوں کا کانٹا بنے رہیں، ان جابرہ کے ہاتھ تھامے رکھیں، مظلوم خواتین کو اپنی بہنیں تصور کریں، دشمن کی گولیاں اپنے سینے میں ٹھنڈا کریں اور یہ ثابت کریں کہ اس امت میں اب بھی مائیں مجاہدین پیدا کرتی ہیں۔ مگر یہ یاد رکھنا کہ آپ کی محبوبائیں ایک طرف اگر جنت میں آپ کا انتظار کر رہی ہیں اور آپ بھی ان سے ملے بغیر نہیں رہ سکتے تو دوسری طرف دنیا کے ایک کونے میں بھی ایک خاتون آپ کی محبت میں گرفتار ہے جو زندہ لوٹنے پر آپ کے سامنے مسکرا کر آپ کی ساری تھکاوٹ دور کر سکتی ہے۔

والسلام

آپ کی وفادار





تعلیمی اداروں میں لڑکیوں کی ابتر حالت

ام محمد آفریدی

شرافت و کرامت اور سعادتِ دارَین کا بہترین ذریعہ علم ہے، مقصدِ تخلیقِ انسانی تک رسائی علم ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ سنگلاخ وادیوں، چٹیل میدانوں اور زمینوں کو مَرغ زاری اور جنگل میں منگل کا سماں علم ہی کی بہ دولت ہے۔ اسی علم کی بدولت انسانوں نے سمندروں اور زمینوں کی تہوں سے معدنیات کے بے انتہا ذخائر نکالے ہیں اور آسمان کی بلندیوں اور وسعتوں کو چیر کر تحقیق و اکتشاف کے نت نئے پرچم لہرائے ہیں، اور اگر بات کو سمیٹنا چاہیں تو کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں رونما ہونے والے تمام محیر العقول کارنامے علم ہی کے مرہونِ منت ہیں۔

اتنا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے جس سے وہ اپنی زندگی اسلام کے اصولوں کے تحت گزار سکے، اور اِس فریضے کو بہ طریقِ احسن سرانجام دینے کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرپرستوں کو تعلیم دلانے کی ترغیب دی ہے، خصوصاً خواتین کی اصلاح و تربیت کے حوالے سے اسلام کے بہت سے احکام ہیں، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "من عال ثلاث بناتٍ أو ثلاثَ أخواتٍ أو أختين أو ابنتين فأَدَّبَهُنَّ وأحسن إليهن وزَوَّجَهُنَّ فله الجنة" (جامع الأصول من أحاديث الرسول) یعنی "جس نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں یا دو بہنوں یا دو بیٹیوں کی کفالت کی اور انہیں ادب سکھایا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور ان کی شادی کی تو اس کے لئے جنت ہے"۔

بخاری شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک دن مقرر کیا تھا، حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: غَلَبَنَا عَلَيْکَ الرِّجَالُ، فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِکَ، فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيهِ، فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ. یعنی: خواتین نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے کہا کہ مرد آپ پر ہم سے غالب

ہو گئے ہیں (یعنی انہیں آپ پورا وقت دے دیتے ہیں) ہمارے لئے ایک دن مقرر کریں، تو آپ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمایا، ان سے ملتے اور انہیں وعظ کرتے اور اوامر جاری کرتے۔

عورت کی حقیقی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ گھر کی ذمہ داری پوری کرے اور اس کو سنبھالے، مثلاً گھر کو ترتیب دینا، اس کو خوبصورت اور صاف ستھرا رکھنا، بچوں کی تربیت کرنا، گھریلو سامان میں میانہ روی اختیار کرنا اور ساتھ ساتھ خاندانی اور عائلی ذمہ داریوں کو پورا کرنا۔ کسی بھی معاشرے میں عورت کی معاشرتی حیثیت جب ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کی صورت میں ہوتی ہے تو اُس کا احترام برقرار رہتا ہے، اور اس کے لئے عوامی بیداری کی کوئی تحریک نہیں چلانی پڑتی، کیونکہ مذکورہ تمام مناصب اپنے اندر عزت واحترام رکھتے ہیں۔

تب ہی تو شاعرِ مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر عورت ماں ہے، بیوی ہے تو زَن ہے اور ایسی عورت شمع انجمن نہیں، چراغ خانہ ہے۔ رونق محفل نہیں، گھر اس کی تمام مصروفیات کا محور ہے، شوہر اس کی تمام دلچسپیوں کا مرجع اور اولاد اس کی تمام شفقتوں کا مرکز ہے، اور یہ سب کچھ بغیر تعلیم و تربیت کے ممکن نہیں ہے۔

مگر جب غیروں کی تقلید میں عورت کو سرمایہ کے حصول کے لئے انجینئر، ماہرِ معاشیات، ماہرِ مینیجمنٹ، ائیر ہوسٹس، فون آپریٹر وغیرہ بنانے کے لئے کسی کالج و یونیورسٹی بھیج دیا جاتا ہے تب اس کی عزت و شرافت کو داغدار ہونے سے بچانے کے لئے جتنے بھی جتن کئے جائیں وہ بے سود ہی ثابت ہوں گے، پھر اس کے لئے عوامی بیداری جو بھی تحریک چلائی جائے اس کا خاطر خواہ فائدہ نہ ہوگا۔

عوامی شاعر اکبر الہٰ آبادی رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے:

تعلیم عورتوں کی ضروری تو ہے مگر
خاتون خانہ ہوں وہ سبھا کی پری نہ ہوں

پاکستان سمیت دنیا بھر کے تعلیمی اداروں کا ماحول جس خطرناک حد تک خراب ہو چکا ہے اُسے زیرِ قلم لانا فحاشی کو فروغ دینے کے مترادف ہے، تعلیمی اداروں میں ثقافت کے نام پر جو مختلف پروگرامات ہوتے ہیں ان میں حصہ لینا ایک باحیا انسان کے لئے ناممکن ہو چکا ہے۔ اسی طرح ادب کے نام پر جو مضامین شاملِ نصاب ہیں وہ اتنے بے حیا مواد پر مشتمل ہیں کہ نہ جانے اساتذہ اُن کے کیسے پڑھاتے ہوں گے؟! اور ملکِ عزیز میں جو نظامِ تعلیم رائج ہے وہ وہی فرنگی نظام تعلیم ہے جس کے بارے میں شاعرِ مشرق ضربِ کلیم میں فرماتے ہیں:

تہذیب فرنگی ہے اگر مرگِ امومت
ہے حضرت انسان کے لئے اس کا ثمر موت
بے گانہ رہے دین سے اگر مدرسہ زن
ہے عشق و محبت کے لئے علم و ہنر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اس علم کو اربابِ نظر موت

آج پوری دنیا میں سیکولر ذہنیت کے فروغ کے لیے جتنے ذرائع کو استعمال کیا جا رہا ہے ان میں سب سے خطرناک ذریعہ موجودہ تعلیمی ادارے ہیں، اور ان تعلیمی اداروں میں بچوں کی بنسبت بچیوں کی طرف توجہ زیادہ دی جا رہی ہے، کیونکہ عورتیں ناقصات العقل والدّین ہیں، انہیں آسانی سے ورغلایا جا سکتا ہے، اور پھر یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ ایک خراب بچی (جب وہ ایجوکیٹڈ بھی ہو) پورے معاشرے کے لئے وبالِ جان اور سوہانِ روح بن جاتی ہے۔

خاندانی سسٹم (جس میں کافی حد تک حیاء کا عنصر موجود تھا اور اس کی بدولت معاشرہ میں اسلامی جھلک نظر آتی تھی) ملکِ عزیز میں رفتہ رفتہ ختم یا کمزور ہوتا جا رہا ہے، اس خرابی میں بڑا ہاتھ پاکستان کے تعلیمی اداروں میں موجود نصاب، نظام اور ماحول کا ہے، ایک جوان بچی جب ایسے ماحول میں تعلیمی ادارے کی طرف نکلتی ہے جس میں خواہش پرست لوگوں کی بہتات ہو، اور خصوصاً جب معاشرہ ایسا ہو کہ حکومتی سطح پر فحاشی کو فروغ دیا جاتا ہو تو گھر سے نکلتے ہی اس کی عزت داؤ پر لگنا شروع ہو جاتی ہے، محلے کے اوباش لڑکوں سے لیکر بس سٹاپ تک، اور بس سٹاپ سے لیکر تعلیمی ادارے تک جگہ جگہ حریص نگاہیں اسے گھور رہی ہوتی ہیں، اور جب وہ اپنے تعلیمی ادارے پہنچتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کی عزت بچ گئی، بلکہ اَب

اسے جس امتحان کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ انتہائی کٹھن ہوتا ہے، کیونکہ پاکستان کے تقریباًہر تعلیمی ادارے میں منظم طور پر غنڈوں کے کئی گنگ فعال ہیں، جنہیں پولیس کی سرپرستی حاصل ہوتی ہے، اور انتظامیہ کی خاموش تائید نے معاملہ کو مزید خراب کر رکھا ہوتا ہے، چوکیدار وغیرہ سے لیکر سٹوڈنٹس وٹیچرز تک سے اپنی عزت کو بچانا ایک باحیاء لڑکی کے لئے جان جوکھوں میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ اور اگر خدانخواستہ لڑکی میں معمولی کج روی ہو تب تو ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں کہ جنہیں زیرِ تحریر لانا مشکل ہے، البتہ ایسے واقعات ماڈرن اخبارات ورسائل میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

آج کل یہ شکایت عام ہے کہ میری بچی بھاگ گئی، مگر جب پوچھا جاتا ہے کہ کیسے؟ تو جواب سن کر یہی کہنا پڑتا ہے کہ جب اپنی جوان بچی کو ایسے کالج اور یونی ورسٹی بھیجو گے جس میں مخلوط نظام تعلیم ہو، جس میں معلمین وانتظامیہ مغرب کی تقلید میں لڑکوں اور لڑکیوں کو آزادی کی درس اپنا فریضہ سمجھ کر ادا کر رہے ہوں، جہاں میرا جسم میری مرضی کے نعرے لگ رہے ہوں، جہاں حقوقِ نسواں کے نام پر شیطانی مشنریز سرگرم عمل ہوں تو پھر یہ شکایت مجھے تو بے جا ہی دکھائی دیتی ہے۔

آج ہمارے ملک میں جو نظام تعلیم اور نصاب رائج ہے، اس سے یہ امیدیں لگانا بے سود ہیں کہ ایک اچھا معاشرہ تشکیل پائے گا، ہمارا تعلیمی نظام خواتین میں جو صلاحیت پیدا کرنے کے لئے کوشاں ہے وہ صلاحیت مارکیٹ کو سنبھالنے کے لئے تو صحیح ہے مگر گھریلو امور انجام دینے کے لئے، خاندانی سسٹم، اور مذہبی کلچر کو مضبوط کرنے کے لئے کسی بھی صورت موزون نہیں، ہمارے ملکی تعلیمی اداروں کی تمام تر کوششیں یہی دکھائی دیتی ہیں کہ کس طرح عورت کی صلاحیت کو مارکیٹنگ کے داؤ وپیچ کے قابل بنایا جائے؟

ملک بھر میں پرائمری سے لیکر یونیورسٹی تک مخلوط تعلیمی اداروں نے جو بیماری طلباو طالبات میں پیدا کر دی ہے وہ ہمارے معاشرے اور تمدن کو گھن کی طرح چاٹ رہی ہے، ان مخلوط تعلیمی اداروں سے انجینئر، ڈاکٹر، اور سائنسدان کے روپ میں محب وطن بننے کی بجائے رومانوی داستانوں کے ہیر وجنم لے رہے ہیں، جو دن رات ہیر رانجھا، لیلی مجنوں اور شیرین فرہاد کے روپ دھار رہے ہیں، اور عشق ومحبت کی نئی داستانیں رقم کر رہے ہیں، عشق ومحبت کا یہ مرض ہمارے ملک کے تعلیمی اداروں میں کس حد تک پھیل چکا ہے، اور چھوٹی کلاسز سے لے کر بڑی کلاسز کے طلباو طالبات کس قدر اس مرض کا شکار ہیں اور جنوں کی حدود وقیود سے باہر ہیں، جوان عشق کی وادیوں میں ایسے گم ہو جاتے ہیں کہ چھوٹے بڑے، اپنے پرائے اور استاد شاگرد کی تمیز سے بھی خالی ہو جاتے ہیں۔

اور افسوس کا مقام یہ ہے کہ وطنِ عزیز کے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مغربی افکار سے متاثر سرگرمیاں اپنائی جاتی ہیں حتی کہ غمی اور خوشی کے مواقع کا اظہار بھی انہی اصولوں اور طریقوں سے تیار کیا جاتا ہے، جس طرح مغرب کے سکولوں اور کالجز میں کیا جاتا ہے، اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ اسلام ان احساسات کے اظہار کے متعلق کیا رائے رکھتا ہے اور اس کے اظہار کا کیا طریقہ بتلاتا ہے؟ وطنِ عزیز کے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اہداف میں یہ بات شامل ہی نہیں ہوتی کہ یہاں سے نکلنے والی طالبہ ایک اچھی اور بابصیرت مسلمان خاتون ہو۔ بلکہ ان اداروں کے منتظمین کی یہی کوشش رہی ہے کہ اساتذہ کی مخلوط تقرری کی جائے، لڑکوں کے لئے خواتین معلمات و لیکچرار کی تقرری کی جاتی ہے اور لڑکیوں کے لئے مرد معلمین و لیکچرار کی تقرری کی جاتی ہے۔

ہمارے یہاں تعلیم کے میدان میں ملکی سطح پر کوئی بھی ایسا نظام موجود نہیں ہے جو ہمارے بچوں اور بچیوں کی دینی ضروریات کو بطریقۂ احسن پایۂ تکمیل تک پہنچادے اور اچھے ماحول میں علم فراہم کرے، بلکہ پورے ملک کی سطح پر سیکولرزم اور الحاد کی فضاء عام ہو رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ سیاسی، سماجی اور معاشرتی مسائل معاملات میں دین سے رہنمائی لینے کا رجحان دن بدن گھٹ رہا ہے۔ جس کی دیگر وجوہات کے ساتھ ساتھ ایک وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں تعلیمی نظام، تعلیمی نصاب اور تعلیمی ماحول میں خرابی ہے، حالانکہ کسی بھی معاشرے کی اصلاح یا بگاڑ میں سب سے مؤثر چیز تعلیم ہوتی ہے، اور تعلیم میں نظام، نصاب اور ماحول بنیادی عناصر ہیں، جو وطنِ عزیز میں کسی بھی طرح درست نہج پر نہیں۔ ان سب کی اصلاح کی ضرورت ہے، اور اصلاح بھی معمولی نہیں کہ نصاب میں شامل چند غیر مناسب عبارات یا تصاویر کا اخراج کافی ہو جائے، بلکہ از سرِ نو تعلیمی ڈھانچہ تشکیل دینا ہوگا جس سے تعلیمی عمل کو اسلامی تناظر میں ڈھالا جا سکتا ہے۔

وصلی اللّٰہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ صحبہ اجمعین

بیٹی اور بہو کے حقوق

ام عبداللہ



نکاح کے ذریعے ایک خاندان وجود میں آتا ہے۔ لڑکا اور لڑکی، جن کے درمیان رشتۂ نکاح قائم ہوتا ہے، اس کے بنیادی رکن ہوتے ہیں۔ نکاح سے قبل لڑکی اپنے ماں باپ، بھائی بہنوں کے درمیان رہتی ہے اور ان کے پیار و محبت کے سایے میں اس کی پرورش ہوتی ہے۔ نکاح کے بعد وہ اپنے شوہر کے گھر منتقل ہوتی ہے تو وہاں ویسے ہی افراد اس کا استقبال کرتے ہیں۔ ساس اور سسر کی حیثیت ماں باپ کی سی ہوتی ہے۔ جس طرح لڑکی اپنے حقیقی ماں باپ سے محبت اور احترام کرتی ہے اسی طرح کی محبت اور احترام کے اس کی ساس اور سسر بھی مستحق ہوتے ہیں۔ سسرال کے دوسرے افراد سے بھی اس کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ اس لیے رشتے داروں کے جو حقوق قرآن و حدیث میں بیان کیے گئے ہیں اور صلہ رحمی کی جتنی تاکید کی گئی ہے، اس کی انجام دہی ایک نیک، دین دار اور شریف لڑکی کی پہچان ہے۔

لڑکی اپنے گھر سے سسرال منتقل ہوتی ہے تو اپنے ساتھ کچھ حقوق لے کر آتی ہے اور کچھ فرائض اس پر عائد ہوتے ہیں۔ اس کے حقوق سے تجاہل برتنا اور صرف فرائض کی انجام دہی کا مطالبہ کرنا مبنی بر انصاف رویہ نہیں ہے۔ نئی نویلی دلہن کا حق ہے کہ اسے اپنے شوہر کے ساتھ آزادانہ خلوت کے مواقع حاصل ہوں۔ گھر میں اسے اتنی آزادی ہو کہ وہ اپنے شوہر کے حسب منشا اس کے لیے زیب و زینت اختیار کر سکے۔ سسرالی رشتے داروں میں سے جو اس کے لیے نامحرم ہوں، ان سے وہ پردہ کر سکے۔ اگر وہ گھر گرہستی کے کچھ سامان اپنے میکے سے لائی ہو تو ان پر مالکانہ تصرف کرنے کا اسے اختیار ہو۔ اپنی مملوکہ چیزوں کی حفاظت اس کے بس میں ہو۔

نظام خاندان میں اسلام نے شوہر کو 'قوام' یعنی نگراں و منتظم بنایا ہے۔ بیوی کی ذمے داری ہے کہ معروف میں اس کی اطاعت کرے اور اس کی مرضی کے خلاف کاموں سے بچے۔ ہمارے ملک میں ہندو کلچر کے زیر اثر مشترکہ خاندانی نظام کو پسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کے نفری قوت، جائداد کا ارتکاز اور دیگر فائدے بیان کیے جاتے ہیں، لیکن دینی نقطۂ نظر سے اس میں جو مفاسد پائے جاتے ہیں انہیں نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ بیوی کو شوہر کے ساتھ آزادانہ خلوت اور زیب و زینت اختیار کرنے کے مواقع حاصل نہیں ہوتے اور بہو نہ صرف ساس، سسر، بلکہ نندوں اور دیوروں کی بھی خادمہ بن کر رہ جاتی ہے۔ یہی نہیں، بلکہ اس میں پردہ کے تقاضے بھی بری طرح مجروح ہوتے ہیں۔

ساس کو چاہیے کہ وہ اپنی سوچ کو تبدیل کرے اور یہ سمجھ لے کہ یہ کسی اور کی نہیں ان کی ہی بیٹی ہے۔ جو کہ خدا نے آپ کو ان بیٹیوں کی جگہ عطا کی ہے جو کہ آپ کے گھر سے اپنے گھروں میں جا کر بس چکی ہیں۔ جن بیٹیوں کو آپ نے جنم دیا وہ اب کسی دوسرے گھر کی ہو چکی ہیں اور جو آپ کی خدمت کر رہی ہے اب آپ کی بیٹی ہے جسے اچھے سلوک کی ضرورت ہے۔ ایسے کتنے ہی خاندان ہیں جہاں گھر کی بہو نے سارے معاملات کو سنبھال رکھا ہے۔ جو ساس سسر کی خدمت کرنے کے ساتھ ہی شوہر اور بچوں کی ذمہ داریاں بھی پوری کر رہی ہے۔ مگر اس کے باوجود بہت سے گھرانوں میں اسے سکون کی زندگی نصیب نہیں ہو پاتی۔

اگر ہم اپنی معاشرتی زندگی میں ہونے والی ان تبدیلیوں اور مسائل کا گہرائی سے جائزہ لیں تو اندازہ ہو گا کہ اس کا بنیادی سبب دین سے دوری ہے کیوں کہ دین ہی وہ چیز ہے جو ہمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا شعور عطا کرتا ہے۔ ہمارا دین ہمیں ایثار اور دوسروں کے لیے قربانی دینا سکھاتا ہے۔ یہ حقوق سے زیادہ فرائض کی ادائیگی اور ہر صورت میں احسان کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

شوہر کی خدمت

ام سالم یوسفزئی

خلیل جبران تمثیلات میں لکھتے ہیں: ''تالاب میں پتھر گرا، پانی میں لہریں اٹھیں اور دور چاروں طرف کناروں سے ملنے لگیں۔ ساتھ ہی ایک درخت تھا، اسے بھی جوش آیا، اس نے بھی تالاب میں ایک پتہ گرا دیا، لیکن نہ شور ہوا اور نہ تالاب میں لہریں پیدا ہوئیں۔ میں اسے دیکھ رہا تھا، میں نے کہا: اے بے وقوف! دنیا میں وہی ہلچل مچا سکتے ہیں جو اپنے اندر وزن رکھتے ہیں''۔

ازدواجی زندگی میں ناکامیوں کی ذمہ داری زوجین میں سے ہر ایک کے کندھے کا بوجھ ہوتی ہے۔ لیکن جب ہم نے غور کیا تو ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ عورت پر اس کا بوجھ زیادہ پڑتا ہے، کیونکہ اندرون خانہ بنیادی ستون وہی ہے اور اسے اللہ نے خاوند کے لئے سامان راحت بھی بنایا ہے،، ہمیں یقین ہے کہ اگر عورت اپنے وجود کی اہمیت سے صحیح طور آگاہ ہو جائے تو اس کی یہی زندگی جنت نظیر بن جائے، کیونکہ ''دنیا میں وہی ہلچل مچا سکتے ہیں جو اپنے اندر وزن رکھتے ہیں''

انیسویں صدی کی ابتداء سے لے کر اب تک نہ صرف غیر مسلم معاشرے بلکہ بعض نام نہاد مسلمانوں کی طرف سے کچھ ایسی تحریکوں نے سر اٹھایا جن کے منتظمین اس گمان میں مبتلا تھے کہ وہ ''آزادی حقوق نسواں'' کے محافظ اور علمبردار ہیں۔

ان لوگوں کا نعرہ یہ تھا کہ عورتوں کو ان کے حقوق فراہم کئے جائیں ،انہیں معاشرتی مساوات سے نوازا جائے اور عورت کو ہر طرح کی آزادی سے بہرہ ور کیا جائے۔ البتہ جو بات ہمارے پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں اسلام جیسے مقدس، انسان دوست اور عالمگیر مذہب کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ بات اگر غیروں کی ہوتی تو ان کی فطرت پر محمول کر لیتے لیکن... افسوس صد افسوس... اس گھر کو آگ لگانے والوں میں اپنے پیش پیش رہے:

تیر کھا کے دیکھا کمین گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی۔



اس سلسلہ میں ایک کوشش یہ بھی کی گئی کہ اسلام کو اس مسئلہ میں ہمیشہ دفاعی حیثیت میں رکھا گیا، بہت سے مصنفین نے حقوق نسواں کے حوالہ سے ہونے والے اعتراضات کے جوابات بھی دفاعی سوچ کو سامنے رکھتے ہوئے دیئے، حالانکہ اسلام اس مسئلہ میں بھی دفاعی درجہ میں نہیں بلکہ اقدامی پوزیشن میں ہے۔ اسلام نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں، بلاشبہ کسی بھی جہت سے ان پر انگشت نمائی کی گنجائش نہیں ہے۔

اسلام سے پہلے نہ صرف جزیرہ عرب میں، بلکہ پوری دنیا میں عورت کو ایک کم حیثیت، معمولی اور بے وقعت چیز سمجھا جاتا تھا۔ اسلام سے پہلے کے عرب معاشرہ میں لڑکی کی پیدائش کو بہت بڑا عیب شمار کیا

جاتا تھا، زمانہ جاہلیت کے ہوس زدہ اور شرک خوردہ انسانوں کی سوچ یہ تھی کہ وہ لڑکی کی ولادت پر بحر ندامت میں ڈوب جاتے تھے، ان کے خیال میں لڑکی کو زندہ رہنے کا حق حاصل نہیں تھا۔ اسکی ولادت کی خبر پر باپ کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا تھا، اس کا دل حزن و ملال کی تاریکیوں میں ڈوب جاتا تھا۔ وہ اسے زندہ در گور کرنے کی تدبیریں سوچنے لگتا تھا۔ اس کے مقابل اسلامی معاشرہ میں عورت کوئی عضو معطل نہیں ہے بلکہ معاشرہ کی تشکیل و تعمیر میں عورت کا بہت بڑا حصہ ہے ،تاریخ اسلام حضرات صحابیات رضی اللہ عنہن اور ان کے بعد کی مسلمان عورتوں کی ان گنت مثالوں سے مالا مال ہے۔

اسلام نے عورت کو زندگی گزارنے کے جو آداب دیئے ہیں، ان آداب کو اپنا کر عورت اپنی زندگی کو جنت کا گہوارہ بنا سکتی ہے، اپنے آنگن میں رنگ بھر سکتی ہے اور خوشیوں اور شادمانیوں پر اپنے گھر کی بنیاد رکھ سکتی ہے۔

اسلام نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں وہ ہمیں کسی بھی اور مذہب میں نظر نہیں آتے اور بہت سے حقوق تو بحیثیت عورت کے ہیں اور بہت سے حقوق عورت کے مختلف رشتوں سے متعلق ہیں۔ مثلاً اگر ماں ہے تو جنت اس کے قدموں تلے رکھ دی گئی اور اگر بیوی ہے تو اسے گھر کی ملکہ بنا دیا گیا اور اگر بیٹی ہے تو اس کی اچھی تعلیم و تربیت جنت کی ضامن بنا دی گئی۔ خواتین کے حقوق اور فضیلت اس قدر وسیع موضوع ہے کہ بہت سے حضرات نے اس پر گرانقدر کتب تحریر کی ہیں، جن میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اصلاح خواتین" مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تحفہ خواتین" وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اور ان کتب سے خواتین میں معاشرتی طور پر جو تبدیلی آئی ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا بہت سی خواتین نے ان کتب کے مطالعہ سے اپنی زندگیوں میں اسلامی انقلاب برپا کیا ہے۔ اسلام نے ایک عورت کو گھریلو زندگی خوشگوار اور کامیاب بنانے کے لئے کچھ احکامات و آداب سکھائے ہیں؟ اسلام ایک خاتون خانہ کو کیسا دیکھنا چاہتا ہے؟ اسلام کی ترقی میں عورت کیا کردار ادا کر سکتی ہے؟ نیز ازدواجی زندگی میں اسلامی آداب کیا کیا ہیں؟

سیرت صحابیات:

صحابیات خانہ داری کے کاموں کو خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں اور اس میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرتی تھیں۔ حضرت فاطمہ ؓ رسول اللہ ﷺ کی محبوب ترین صاحبزادی تھیں، لیکن چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے، مشکیزوں میں پانی لاتے لاتے سینہ داغ دار ہو گیا تھا، جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چیکٹ ہو گئے تھے۔ ازواجِ مطہرات ؓ باری باری گھر کا کام دھندا خود کرتی تھیں۔ ایک دن حضرت عائشہ ؓ کی باری تھی، ۔جو پیسے اور اس کی روٹی پکائی اور رسول اللہ ﷺ کا انتظار شروع کیا، آپ کے آنے میں دیر ہو گئی تو سو گئیں آپ آئے تو جگایا۔ حضرت اسماءؓ حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی تھیں اور ان کی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی تھی، وہ اس قدر مفلس تھے کہ ایک گھوڑے کے سوا گھر میں کچھ نہ تھا، حضرت اسماءؓ خود باغوں میں جا جا کر گھوڑے کی گھاس لاتی تھیں، حضرت ابو بکرؓ نے سائیسی کے لیے ایک غلام بھیجا تو انہوں نے اس خدمت سے نجات پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو ایک قطعِ زمین بطور جاگیر کے دیا تھا جو مدینہ سے تین فرسخ دور تھا، حضرت اسماءؓ روز وہاں جاتیں اور وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر لاتیں اور ان کو کوٹ کر ان کے پانی کھینچنے والی اونٹنی کو کھلاتی تھیں۔ گھر کے معمولی کاروبار ان کے علاوہ تھے، خود پانی لاتیں، مشک پھٹ جاتی تھی تو اس کو سی لیتیں، آٹا گوندھتیں، روٹی پکاتی۔ گھر کے کام دھندے کے علاوہ صحابیات بعض صنعتی کام بھی کرتی تھیں۔ حضرت سودہؓ طائف کی ادھوڑی بناتی تھیں جس کی وجہ سے ان کی مالی حالت تمام ازواجِ مطہرات سے بہتر رہتی تھی۔ بعض صحابیہ کپڑے بنتی تھیں۔

عورت اور مرد کی تخلیق میں فطری طور پر کئی ایک نمایاں فرق ہیں۔ مرد کو گھر سے باہر کام کاج کے لیے اور عورت کو خانہ داری بجالانے کے لیے اصلاً تخلیق کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ انسانی زندگی کے دو اہم شعبے ہیں ایک انسان کا گھر' دوسرا سماج۔

شوہر کی خدمت:

شوہر اور بیوی زندگی میں ایک دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں لیکن شوہر کی ذمہ داریاں بیوی سے زیادہ ہوتی ہیں۔ عورت چونکہ ضعیف الخلقت ہے لہٰذا شریعت نے اس پر بوجھ بھی زیادہ نہیں ڈالا۔ اسے کام کاج کا منصب دیا اور عورت سے کہا کہ وہ اس کی خدمت میں لگ جائے۔ ہر وقت گھر کی اصلاح کی فکر اسے ہو' نماز روزے کی پابندی کرے' عورت کو چاہیے کہ اس کا خاوند اگر مفلس ہو تو تونگر سمجھے' اس کی عزت کرے' خاوند پر اپنے حسن جمال کا تفاخر نہ کرے اور اسے اس کی بدصورتی کا طعنہ نہ دے۔ گھر کے کام کاج میں جس قدر ہو سکے انہیں خوش اسلوبی سے انجام دے۔ جو خاوند کہے (شریعت کے مطابق) اس کے خلاف نہ کرے' اس کی اجازت کے بغیر کسی کام میں نہ پڑے' ہر جگہ خاوند کی خوشی کو اپنی خوشی پر مقدم رکھے' ہر وقت خاوند کے آرام کی فکر میں لگی رہے۔ خاوند جس کام کا کہے اسے ایسے خوش اسلوبی سے کرے کہ وہ خوش ہو جائے' انہیں اس قدر آرام دیا جائے کہ وہ بے فکر ہو جائیں' اور انہیں اپنی آمدنی کی قلت کا احساس تک نہ ہو۔ زندہ دل ہو کر آپ بھی رہیں اور وہ بھی۔ احساس کمتری کا شکار نہ ہوں اور اپنے ہم نشینوں میں عزت پائیں۔ ان کی ضرورتوں پر نظر رکھیے' وقت سے پہلے ان کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کریں' جہاں تک ممکن ہو سکے انہیں اچھا کھلائیں' مفلسی کا دور ہو تو کپڑے خود سی کر انہیں پہنا دیں۔ ان سے کوئی ایسی فرمائش نہ کریں جس کے بارے میں آپ کا اندیشہ ہو کہ وہ پوری نہ کر سکیں گے' انہیں فکر لاحق ہو گی' اور انہیں ملال ہو گا۔ اگر آپ کی قسمت میں وہ چیز ہو گی تو بن فرمائش ہی مل جائے گی فرمائش بے کار ہے۔ جو آپ کی ضرورت ہو حتی المقدور اسے پورا کر لیجیے' مردوں کو تکلیف دینے سے گریز ہی بہتر ہے۔ اگر شوہر متحمل المزاج نہ ہو تو اسے سخت تکلیف ہو گی۔ امام غزالی فرماتے ہیں: عورت پر اس کے خاوند کے حقوق تو بہت زیادہ ہیں سب سے اہم دو چیزیں ہیں: ۱۔ اپنی عفت و عصمت کا پاس اور اس کے مال اسباب کی حفاظت۔ ۲۔ ضرورت سے زائد مطالبات سے گریز اور اگر اس کی کمائی حرام ہو تو اس کی کمائی سے گریز۔

خاوند کی گھر آمد کے موقع پر آپ کا ان کا استقبال کرنا بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ رشتہ زوجیت میں اس کی اہمیت سے کسی طور انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جس وقت خاوند گھر میں آئے تو اسے آپ سامنے دکھائی دیں' آپ کا گرمجوش استقبال زندگی میں خوشگواری کی ایک نئی کونپل اُگا دیتا ہے۔ آپ کا یہ استقبال ایک فرحت بخش مسکراہٹ کے ساتھ ہونا چاہیے' جس سے معلوم ہو کہ آپ ان کے انتظار میں کس قدر مضطرب اور پریشان تھیں اور ملاقات کی کس قدر مشتاق تھیں۔ اس سلسلے میں ان کی آمد کے وقت کا خاص خیال رکھیے۔ ان کی آمد سے قبل ہی اپنے آپ کو تیار کر لیجئے' بالکل اسی طرح جس طرح کہ آپ کو کسی تقریب میں شریک ہونا ہو کیونکہ آپ کی اصل زیب و زینت کا محور آپ کا خاوند ہی تو ہے۔ مرد اپنے روزمرہ ضروری کام' محنت مزدوری سے فارغ ہو کر' ٹریفک کی بھیڑ' اور چیکنگ کرنے والوں کی بھتات سے تھکا ماندہ اپنے گھر کو واپس آتا ہے، وہ تو

اسی لئے گھر آتا ہے کہ اپنے خاص گھر میں اپنے دل و جان کو سکون دے سکے' اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مل بیٹھ کر سعادت حاصل کرے' دل کی وحشت دور کرے۔ جب خاوند اپنے گھر واپس آتا ہے تو ایمان والی نیک بیوی جو خوشی خوشی محبت بھری آنکھوں کے ساتھ اس کا استقبال کرتی ہے اس کے کیا کہنے!



اسلام میں تعلیمِ نسواں

اور موجودہ مخلوط نظامِ تعلیم (پہلی قسط)

مولانا نایاب حسن قاسمی

شیخ الہندؒ اکیڈمی، دارالعلوم دیوبند

اسلام میں علم کی اہمیت

بلاشبہ علم انسان کو شرافت و کرامت اور دارین کی سعادت سے بہرہ مند کرنے کا ایک خدائی ذریعہ، دیگر بے شمار مخلوقاتِ خداوندی سے اُسے ممیّز کرنے کی ساحرانہ کلید اور ربّ الارباب کی طرف سے عطا کردہ خلقی اور فطری برتری میں چار چاند لگانے کا اہم سبب ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مقصدِ تخلیقِ انسانی تک رسائی علم ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ نیز علم ہی کی بہ دولت انسان نے سنگلاخ وادیوں، چٹیل میدانوں اور زمینوں کو مرغزاری عطا کی ہے، سمندر کی تہوں سے لاتعداد معدنیات کے بے انتہا ذخائر نکالے ہیں اور آسمان کی بے پایاں وسعتوں کو چیر کر تحقیق واکتشاف کے نت نئے پرچم لہرائے ہیں، بلکہ مختصر تعبیر میں کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں رونما ہونے والے تمام تر محیّر العقول کارنامے علم ہی کے شرمندۂ احسان ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بھی اپنے ظہور کے اول دن ہی پیغمبرِ اسلام پر ''اِقْرَأْ'' کے خدائی حکم کے القاء کے ذریعہ جہالت اور لاعلمی کی گھٹاٹوپ تاریکیوں میں دہشت بہ داماں کھڑی ہوئی انسانیت کے قلوب میں علم کی عظمت واہمیت کو جاگزیں کیا اور خدائے لایزال کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو دیئے گئے عظیم الشان علمی معجزے ''قرآنِ مقدس'' میں بار بار علم کے ذکر، اہلِ علم اور علم سے ناآشنا لوگوں کے درمیان فرق کے بیان اور جگہ جگہ حصولِ علم کی ترغیب وتشویق کے ذریعے اس کی قدر ومنزلت کو اور سِوا کردیا، چنانچہ ''المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم'' کے مطابق قرآن کریم میں علم کا ذکر اسّی بار اور علم سے مشتق شدہ الفاظ کا ذکر سیکڑوں دفعہ آیا ہے، اسی طرح عقل کی جگہ ''أَلْبَاب'' (جمع لُبّ) کا تذکرہ سولہ دفعہ اور ''نُهىٰ'' (جمع نهية) کا تذکرہ دوبار آیا ہے، پھر ''عقل'' کے مصدر سے نکلے ہوئے الفاظ اٹھارہ جگہ اور ''فقہ'' سے نکلنے والے الفاظ اکیس مرتبہ مذکور ہوئے ہیں۔ لفظ ''حکمت'' کا ذکر بیس دفعہ اور ''برہان'' کا تذکرہ سات دفعہ ہوا ہے، علم وفکر سے متعلق صیغے مثلاً: ''دیکھو''، ''غور کرو'' وغیرہ، یہ سب ان پر مستزاد ہیں۔

قرآن کریم کے بعد اسلام میں سب سے مستند، معتبر اور معتمد علیہ لٹریچر (LITERATURE) احادیثِ نبویہ کا وہ عظیم الشان ذخیرہ ہے، جسے امت کے باکمال جیالوں نے اپنے اپنے عہد میں انتہائی دقتِ نظری، دیدہ ریزی اور جگر کاری کے ساتھ اکٹھا کرنے کا ناقابلِ فراموش کارنامہ انجام دیا ہے۔ جب ہم اس عظیم الشان ذخیرے کا مطالعہ کرتے ہیں، تو ہمیں قدم قدم پر نبوی زبانِ مقدس علم کی فضیلت، حاملینِ علم کی فضیلت اور اس کے حصول کی تحریص وتحریض میں سرگرم نظر آتی ہے، چنانچہ تقریباً تمام کتبِ حدیث میں علم سے متعلق احادیث کو علیحدہ ابواب قائم کر کے بیان کرنے سے خصوصی اعتنا برتا گیا ہے۔

مُشتے نمونہ از خروارے

چنانچہ امام بخاریؒ کی صحیح میں ابوابِ وحی وایمان کے بعد ''کتاب العلم'' کے عنوان کے تحت ابواب میں حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانیؒ کے بہ قول چھیاسی مرفوع حدیثیں (مکررات کو وضع کر کے) اور بائیس آثارِ صحابہؓ وتابعینؒ ہیں، اسی طرح صحاحِ ستہ کی دیگر کتب اور ''موطا مالک'' میں بھی علم کا علیحدہ اور مستقل باب ہے۔ ''مسند امام احمد بن حنبلؒ'' کی ترتیب سے متعلق کتاب ''الفتح الربانی'' میں علم سے متعلق اکیاسی احادیث ہیں۔ حافظ نورالدین ہیثمیؒ کی ''مجمع الزوائد'' میں علم کے موضوع پر احادیث بیاسی صفحات میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ''مستدرک حاکم'' میں علم سے متعلق حدیثیں چوالیس صفحات میں ہیں۔ مشہور ناقدِ حدیث اور جلیل القدر محدث حافظ منذریؒ کی ''الترغیب والترہیب'' میں علم کے تعلق سے چودہ احادیث ہیں اور علامہ محمد بن سلیمانؒ کی ''جمع الزوائد'' میں صرف علم کے حوالے سے ایک سو چوّن حدیثیں بیان کی گئی ہیں۔

اسلام میں تعلیمِ اناث کی اہمیت

یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی بھی قوم کو مجموعی طور پر دین سے روشناس کرانے، تہذیب وثقافت سے بہرہ ور کرنے اور خصائلِ فاضلہ وشمائلِ جمیلہ سے مُحلّٰی ومزین کرنے میں اس قوم کی خواتین کا اہم، بلکہ مرکزی اور اساسی کردار ہوتا ہے اور قوم کے نونہالوں کی صحیح اُٹھان اور صالح نشو ونما میں ان کی ماؤں کا اہم رول ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ مہدِ مادر بچے کی اولین تربیت گاہ ہوتی ہے، اس لئے شروع ہی سے اسلام نے جس طرح مردوں کے لئے تعلیم کی تمام تر راہیں روا رکھی ہیں، ان کو ہر قسم کے مفید علم کے حصول کی نہ صرف آزادی دی ہے، بلکہ اس پر ان کی حوصلہ افزائی بھی کی ہے، جس کے نتیجے میں قرنِ اول سے لے کر تا حال ایک سے بڑھ کر ایک کج کلاہِ علم وفن اور تاجورِ فکر وتحقیق پیدا ہوتے رہے اور زمانہ ان کے علومِ بے پناہ کی ضیا پاشیوں سے مستنیر ومستفیض ہوتا رہا۔ بالکل اسی طرح اس دینِ حنیف نے خواتین کو بھی تمدنی، معاشرتی اور مِلکی حقوق کے بہ تمام وکمال عطا کرنے کے ساتھ ساتھ تعلیمی حقوق بھی اس کی صنف کا لحاظ کرتے ہوئے مکمل طور پر دیئے، چنانچہ ہر دور میں مردوں کے شانہ بہ شانہ دخترانِ اسلام میں ایسی باکمال خواتین بھی جنم لیتی

رہیں، جنہوں نے اطاعت گزار بیٹی، وفا شعار بیوی اور سراپا شفقت بہن کا کردار نبھانے کے ساتھ ساتھ دنیا میں اپنے علم وفضل کا ڈنکا بجایا اوران کے دم سے تحقیق وتدقیق کے لاتعداد خرمن آباد ہوئے۔

خواتین کی تعلیم سے متعلق روایات

ا:...... نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے:

”ثلاثة لهم أجران :رجل من أهل الكتاب آمن بنبيه، وآمن بمحمد، والعبد المملوک إذا أدى حق الله ،وحق مواليه ،ورجل له أمة ،فأدبها فأحسن تأديبها، وعلمها، فأحسن تعليمها، ثم أعتقها، فتزوجها، فله أجران“.(١)

اس حدیث کے آخری جزء کی شرح میں ملاعلی قاریؒ لکھتے ہیں کہ:”یہ حکم صرف باندی کے لئے نہیں ہے، بلکہ اپنی اولاد اور عام لڑکیوں کے لئے بھی یہی حکم ہے“۔(٢)

٢:...... ایک صحابیہ حضرت شفاء بنت عدویہؓ تعلیم یافتہ خاتون تھیں، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ:”تم نے جس طرح حفصہؓ کو”نملہ“(پھوڑے) کا رقیہ سکھایا ہے، اسی طرح لکھنا بھی سکھادو“۔

٣:...... نبی پاک ﷺ خود بھی عورتوں کی تعلیم کا اہتمام فرماتے تھے، اوران کی خواہش پر آپ ﷺ نے باضابطہ ان کے لئے ایک دن مقرر کردیا تھا، حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے:

”قالت النساء للنبی ﷺ :”غلبنا علیک الرجال ، فاجعل لنا یوما من نفسک ، فوعد هن یوما لقیهن فیه، فوعظهن ، وأمرهن “.(٣)

٤:...... حضرت اسماء بنت یزید بن السکن انصاریہؓ بڑی متدین اور سمجھدار خاتون تھیں۔ اُنہیں ایک دفعہ عورتوں نے اپنی طرف سے ترجمان بنا کر آپ ﷺ کے پاس بھیجا کہ آپ ﷺ سے دریافت کریں کہ: ”اللہ نے آپ ﷺ کو مرد وعورت ہر دو کی رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا ہے، چنانچہ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی اتباع کی، مگر ہم عورتیں پردہ نشیں ہیں، گھروں میں رہنا ہوتا ہے، ہم حتیٰ الوسع اپنے مردوں کی ہر خواہش پوری کرتی ہیں، ان کی اولاد کی پرورش وپرداخت ہمارے ذمے ہوتی ہے، ادھر مرد مسجدوں میں باجماعت نماز ادا کرتے ہیں، جہاد میں شریک ہوتے ہیں، جس کی بنا پر انہیں بہت زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے، لیکن ہم عورتیں ان کے زمانۂ غیبوبت میں ان کے اموال واولاد کی حفاظت کرتی ہیں۔ اللہ کے رسول! کیا ان صورتوں میں ہم بھی اجر وثواب میں مردوں کی ہمسر ہوسکتی ہیں؟“ آپ ﷺ نے حضرت اسماءؓ کی بصیرت افروز تقریر سن کر صحابہؓ کی طرف رخ کیا اوران سے پوچھا:”اسماءؓ سے پہلے تم نے دین کے متعلق کسی عورت سے اتنا عمدہ سوال سنا ہے؟“ صحابہؓ نے نفی میں جواب دیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت اسماءؓ سے فرمایا کہ: ”جاؤ اوران عورتوں سے کہہ دو کہ:”إن حسن تبعل إحدا کن لزوجها ، وطلبها مرضاته، واتباعها موافقته ، تعدل ذلک کله “۔(٤) آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے یہ عظیم خوش خبری سن کر حضرت اسماءؓ کا دل

بلیوں اچھلنے لگا اور تکبیر و تہلیل کہتی ہوئیں واپس گئیں اور دیگر عورتوں کو بھی جا کر سنایا۔

تاریخ اسلامی کی ان چند جھلکیوں سے بہ خوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں عورتوں کے اندر حصولِ علم کے تئیں کس قدر شوق اور جذبۂ بے پایاں پایا جاتا تھا اور آپ ﷺ بھی ان کے شوقِ طلب اور ذوقِ جستجو کی قدر کرتے ہوئے ان کی تعلیم وتربیت کا کتنا اہتمام فرماتے تھے۔

تعلیم وتربیت کے عمومی ماحول کا اثر

تعلیم وتربیت کے اسی عمومی ماحول کا اثر ہے کہ جماعتِ صحابیاتؓ میں بلند پایہ اہل علم خواتین کے ذکرِ جمیل سے آج تاریخِ اسلام کا ورق ورق درخشاں وتاباں ہے، چنانچہ یہ امر محقق ہے کہ امہات المؤمنینؓ میں حضرت عائشہؓ وحضرت ام سلمہؓ فقہ وحدیث وتفسیر میں رتبۂ بلند رکھنے کے ساتھ ساتھ تحقیق ودرایت کے میدان کی بھی شہ سوار تھیں۔ (۵) حضرت ام سلمہؓ کی صاحبزادی زینب بنت ابوسلمہؓ جو آپ ﷺ کی پروردہ تھیں، ان کے بارے میں تاریخ کا بیان ہے کہ:

''كانت أفقه نساء أهل زمانها'' (۶)

حضرت ام الدرداء الکبریٰؓ اعلیٰ درجے کی فقیہ اور عالمہ صحابیہ تھیں۔ (۷)

حضرت سمرہ بنت نہیک اسدیہؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''وہ زبردست عالمہ تھیں، عمر دراز پائی، بازاروں میں جا کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کرتی تھیں اور لوگوں کو ان کی بے راہ روی پر کوڑوں سے مارتی تھیں''۔ (۸)

پھر یہ زریں سلسلہ دورِ صحابیاتؓ تک ہی محدود نہیں رہا، بلکہ تابعیاتؒ اور بعد کی خواتین کے زمانوں میں بھی ہمیں اس طبقے میں بڑی بڑی عالمہ، زاہدہ اور امت کی محسنہ وباکمال خواتین ملتی ہیں، چنانچہ مشہور تابعی، حدیث اور فنِ تعبیر الرؤیا کے مستند امام حضرت محمد بن سیرینؒ کی بہن حفصہؒ نے صرف بارہ سال کی عمر میں قرآن کریم کو معنی ومفہوم کے ساتھ حفظ کر لیا تھا۔ (۹) یہ فنِ تجوید وقراءت میں مقامِ امامت کو پہنچی ہوئی تھیں، چنانچہ حضرت ابن سیرینؒ کو جب تجوید کے کسی مسئلے میں شبہ ہوتا، تو شاگردوں کو اپنی بہن سے رجوع کرنے کا مشورہ دیتے۔ (۱۰)

نفیسہ جو حسن بن زید بن حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب کی صاحبزادی اور حضرت اسحاق بن جعفرؒ کی اہلیہ تھیں، انہیں تفسیر وحدیث کے علاوہ دیگر علوم میں بھی درک حاصل تھا۔ ان کے علم سے خواتین کے ساتھ ساتھ مردوں کی بھی معتد بہ تعداد نے سیرابی حاصل کی، ان کا لقب ''نفیسة العلم والمعرفة'' پڑ گیا تھا، حضرت امام شافعیؒ جیسے رفیع القدر اہلِ علم دینی مسائل پر ان سے تبادلۂ خیال کرتے تھے۔ (۱۱)

اُف....! یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم

مذکورہ حقائق سے یہ بات توَالم نشرح ہو جاتی ہے کہ اسلام جس طرح صنفِ لطیف کو دیگر حقوق

بخشنے میں بالکل عادلانہ، بلکہ فیاضانہ مزاج رکھتا ہے، ویسے ہی اس کے تعلیمی حقوق کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے، بلکہ عملی سطح پر انہیں عطا کرنے کا بھی حد سے زیادہ اہتمام کرتا ہے۔

لیکن جہاں تک بات ہے خواتین کے موجودہ نظامِ تعلیم کی جسے (Co-Education) سے یاد کیا جاتا ہے، جو مغرب سے درآمد (import) کردہ ہے اور جو دراصل مغرب کی فکرِ گستاخ کا عکاس، خاتونِ مشرق کو لیلائے مغرب کی طرح ہوس پیشہ نگاہوں کی لذت اندوزی کا سامان بنانے کی ہمہ گیر اور گھناؤنی سازش اور اس کی چادرِ عصمت وعفت کو تار تار کرنے کی شیطانی چال ہے۔ اس کی مذہبِ اسلام تو کبھی بھی حوصلہ افزائی نہیں کرسکتا، نیز عقلِ دانا بھی اس سے پناہ مانگتی ہوئی نظر آتی ہے۔

مخلوط تعلیم ......ایک ہمہ گیر جائزہ

مخلوط تعلیم کے حوالے سے دو پہلو نہایت ہی توجہ اور انتہائی سنجیدگی سے غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں:

۱:...... یہ کہ لڑکوں اور لڑکیوں کا نصابِ تعلیم ایک ہونا چاہئے یا جداگانہ؟

۲:......لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم ایک ساتھ ہونی چاہئے یا الگ الگ؟

جہاں تک نصابِ تعلیم کی بات ہے، تو اگرچہ کچھ امور ایسے ہیں، جو دونوں کے مابین مشترک ہیں اور ان کا نصاب لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے یکساں رکھا جاسکتا ہے، مثلاً: زبان وادب، تاریخ، معلوماتِ عامہ (General knowledge) جغرافیہ، ریاضی، جنرل سائنس اور سماجی علوم (Socialscience) وغیرہ، لیکن کچھ مضامین ایسے ہیں جن میں لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان فرق کرنا ہوگا، مثلاً: انجینئرنگ کے بہت سے شعبے، عسکری تعلیم، اور ٹیکنیکل تعلیم، کیوں کہ ان کی لڑکیوں کو قطعاً ضرورت نہیں۔ البتہ میڈیکل تعلیم کا اچھا خاصا حصہ خواتین سے متعلق ہے، اس لئے ''امراضِ نسواں'' زمانے سے طب کا مستقل موضوع رہا ہے، یہ لڑکیوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اسی طرح لڑکیوں کی تعلیم میں امورِ خانہ داری کی تربیت بھی شامل ہونی چاہئے، کہ یہ ان کی معاشرتی زندگی میں انتہائی اہمیت رکھتی ہے۔ سلائی، کڑھائی، پکوان کے مختلف اصول اور بچوں کی پرورش کے طریقے بھی ان کے نصابِ تعلیم کا حصہ ہونے چاہئیں، ان سے نہ صرف لڑکیاں گھریلو زندگی میں بہتر طور پر متوقع رول ادا کرسکتی ہیں، بلکہ ازدواجی زندگی کی خوش گواری، اہلِ خاندان کی ہر دل عزیزی اور مشکل اور غیر متوقع صورتِ حال میں اپنی کفالت کے لئے یہ آج بھی بہترین وسائل ہیں۔ ساتھ ہی لڑکیوں کے لئے ان کے حسبِ حال آدابِ معاشرت کی تعلیم بھی ضروری ہے، کیوں کہ ایک لڑکی اگر بہترین ماں اور فرماں بردار بیوی نہ بن سکے تو سماج کو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے (جیسا کہ ذکر ہوا) عورتوں کی تذکیر کے لئے علیحدہ دن مقرر فرمادیا تھا، جس میں عورتیں جمع ہوتیں اور آپ ﷺ انہیں ان کے حسبِ حال نصیحت فرماتے، چنانچہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''خواتین کی دل بہلائی کا بہترین مشغلہ سوت کاتنا ہے''[۱۲] کیوں کہ سوت کاتنا اس زمانے میں ایک گھریلو صنعت تھی، بلکہ آج سے نصف صدی پیشتر تک بھی بہت سے گھرانوں کا گزرانِ معیشت اسی پر تھا۔

غور کیجئے کہ جب قدرت نے مردوں اور عورتوں میں تخلیقی اعتبار سے فرق رکھا ہے، اعضاء کی ساخت میں فرق، رنگ و روپ میں فرق، قوائے جسمانی میں فرق، مزاج و مذاق، حتیٰ کہ دونوں کی پسند اور ناپسند میں بھی تفاوت ہے، پھر اسی طرح افزائشِ نسل اور اولاد کی تربیت میں بھی دونوں کے کردار مختلف ہیں، تو یہ کیوں کر ممکن ہوسکتا ہے کہ معاشرے میں دونوں کے فرائض اور ذمہ داریاں بھی الگ الگ نہ ہوں؟ اور جب دونوں کی ذمہ داریاں علیحدہ ٹھہریں، تو ضروری ہے کہ اسی نسبت سے دونوں کے تعلیمی و تربیتی مضامین بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔ اگر تعلیمی نصاب میں دونوں کے فطری اختلاف کو ملحوظ نہ رکھا جائے اور تعلیم کے تمام شعبوں میں دونوں صنفوں کو ایک ہی قسم کے مضامین پڑھائے جائیں، تو جہاں یہ طریقۂ تعلیم انسانی معاشرے پر منفی اثر ڈالے گا، وہیں خود عورت کے عورت پن کے رخصت ہونے کا بھی انتہائی منحوس سبب ہوگا، لہٰذا صنفِ نازک کی فطری نزاکت کے لئے یہی زیب دیتا ہے کہ وہ وہی علوم حاصل کرے، جو اُسے زمرۂ نسواں ہی میں رکھیں اور اس کے فطری تشخص کی محافظت کریں، نہ کہ وہ ایسے علوم کی دل دادہ ہوجائے، جو اُسے زن سے نازن بنادیں۔

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْماً“۔ (۱۳)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایک دوسرے کو جو (فطری) برتری عطا فرمائی ہے، اس کی تمنا مت کرو! مردوں کے لئے ان کے اعمال میں حصہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال میں اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل و کرم مانگتے رہو، بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے“۔

یہ آیت دراصل معاشرتی زندگی کے آداب کے حوالے سے آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے، اس میں یہ حقیقت سمجھائی گئی ہے کہ اللہ نے انسانی سماج کو اختلاف اور رنگارنگی پر پیدا کیا ہے، کسی بات میں مردوں کو فوقیت حاصل ہے، تو کسی معاملے میں وہ عورتوں کے تعاون کا دستِ نگر ہے۔ قدرت نے جو کام جس کے سپرد کیا ہے، اس کے لئے وہی بہتر اور اسی کو بجالانا اس کی خوش بختی ہے، کیوں کہ خالق سے بڑھ کر کوئی اور مخلوق کی ضرورت اور فطرت و صلاحیت سے واقف نہیں ہوسکتا۔ یہ مغربی ہوس کاروں کی خودغرضی اور دناءت ہے کہ انہوں نے عورتوں سے ”حقِ مادری“ بھی وصول کیا اور ”فرائضِ پدری“ کے ادا کرنے پر بھی ان بے چاریوں کو مجبور کیا، پھر جب انہوں نے اپنی ذمہ داری کا بوجھ عورتوں پر لادنے کی ٹھان لی، تو ایسا نظامِ تعلیم وضع کیا، جس میں عورتوں کو مرد بنانے کی پوری صلاحیت موجود ہو۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے خوب ارشاد فرمایا کہ: ”تین افراد ایسے ہیں، جو کبھی جنت میں داخل نہ ہوں گے“ اور ان تینوں میں سے ایک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ”الرجلة من النساء“، (۱۴) یعنی ”عورتوں میں سے مرد“۔ دریافت کیا گیا: ”عورتوں میں سے مرد سے کون لوگ مراد

ہیں؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ عورتیں، جو مردوں کی مماثلت اختیار کریں'' جیسا کہ بخاری کی روایت ہے: ''والمتشبھات من النساء بالرجال''(۱۵) علماء نے ایسی عورتوں کو جو مردوں والی تعلیم وتربیت اختیار کرتی اور پھر عملی زندگی میں مردوں کی ہم صف ہونا چاہتی ہیں، اسی وعید کا مصداق قرار دیا ہے۔

فرنگی نظامِ تعلیم پر اقبالؒ اور اکبرؒ کی تشویش

بیسویں صدی کے عظیم مفکر و فلسفی، سوزِ دروں سے سرشار، اسرارِ خودی ورموزِ بےخودی کو واشگاف کرنے والے اور تا حیات حجازی لے میں نغمۂ ہندی گنگنانے والے شاعرِ اسلام، جو خود عصری تعلیم گاہ کے پرداختہ تھے اور مغربی نظامِ تعلیم کا انتہائی قریب سے اور عمیق مطالعہ کیا تھا، انہیں عورتوں کے حوالے سے مغرب کے پرفریب نعروں پر، جن کی صدائے بازگشت اسی وقت مشرق میں بھی سنی جانے لگی تھی، کافی بے چینی اور اضطراب تھا۔ ان کی نظر میں ان نعروں کا اصل مقصد یہ تھا کہ مشرقی خاتون کو بھی یورپی عورتوں کی طرح بے حیائی وعصمت باختگی پر مجبور کر دیا جائے اور مسلم قوم بھی مجموعی طور پر عیش کوشی وعریانیت کی بھینٹ چڑھ جائے اور مسلمانوں کی روایتی خصوصیات شجاعت ومردانگی، حمیت وایثار، مروت اور خداترسی مدہوشی کی حالت میں دم توڑ جائیں، تاکہ وہ یورپ کی غلامی کے شکنجے سے کبھی بھی رہائی نہ پاسکیں، اس لئے انہوں نے اپنی مثنوی ''اسرار ورموز''، ''جاوید نامہ''، ''ارمغانِ حجاز'' اور ضربِ کلیم'' میں متعدد مقامات پر مخلوط سوسائٹی اور مخلوط طریقۂ تعلیم کے تئیں انتہائی نفرت وبیزاری کا اظہار کیا ہے، چنانچہ ''ضرب کلیم'' میں کہتے ہیں:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن
ہے عشق ومحبت کے لئے علم وہنر موت

اور تہذیبِ مغرب نے جس طرح عورت کو اس کے گھر سے زبردستی اٹھا کر بچوں سے دور کارگاہوں اور دفتروں میں لا بٹھایا ہے، اس پر ''خردمندانِ مغرب'' کو اقبال یوں شرمندہ کرتے ہیں۔

کوئی پوچھے حکیمِ یورپ سے
ہندو یوناں ہیں جس کے حلقہ بگوش
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال
مرد بے کار زن تہی آغوش

مغربی تعلیمِ نسواں کے حامی مشرق کے مستغربین کی روش پر اقبالؒ اپنے کرب وبے چینی کا اظہار یوں کرتے ہیں: ''معاشرتی اصلاح کے نوجوان مبلغ یہ سمجھتے ہیں کہ مغربی تعلیم کے چند جرعے مسلم خواتین کے تنِ مردہ میں نئی جان ڈال دیں گے اور اپنی ردائے کہنہ کو پارہ پارہ کردے گی، شاید یہ بات

درست ہو، لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اپنے آپ کو برہنہ پا کر انہیں ایک مرتبہ پھر اپنا جسم ان نوجوان مبلغین کی نگاہوں سے چھپانا پڑے گا''۔ (۱۶)

بہ قول فقیر سید وحید الدین:

''اقبالؒ زن و مرد کی ترقی، نشو و نما اور تعلیم و تربیت کے لئے جداگانہ میدانِ عمل کے قائل تھے، کہ اللہ نے جسمانی طور پر بھی دونوں کو مختلف بنایا ہے اور فرائض کے اعتبار سے بھی، چنانچہ موصوفِ محترم عورتوں کے لئے ان کی طبعی ضروریات کے مطابق الگ نظامِ تعلیم اور الگ نصاب چاہتے ہیں''۔ (۱۷)

''شذرات'' میں لکھتے ہیں:

''تعلیم بھی دیگر امور کی طرح قومی ضرورت کے تابع ہوتی ہے۔ ہمارے مقاصد کے پیشِ نظر مسلمان بچیوں کے لئے مذہبی تعلیم بالکل کافی ہے۔ ایسے تمام مضامین، جن میں عورت کو نسوانیت اور دین سے محروم کر دینے کا میلان پایا جائے، احتیاط کے ساتھ تعلیمِ نسواں سے خارج کر دیئے جائیں''۔ (۱۸)

اسی سلسلہ میں ''ملفوظاتِ اقبالؒ'' میں ان کا یہ قول ہے:

''مسلمانوں نے دنیا کو دکھانے کے لئے دنیوی تعلیم حاصل کرنا چاہی، لیکن نہ دنیا حاصل کر سکے اور نہ دین سنبھال سکے۔ یہی حال آج مسلم خواتین کا ہے، جو دنیوی تعلیم حاصل کرنے کے شوق میں دین بھی کھو رہی ہیں''۔ (۱۹)

دراصل اقبالؒ کے نزدیک امتِ مسلمہ کے لئے قابلِ تقلید نمونہ نبی اکرم ﷺ اور ان کے صحابہؓ کا اسوہ ہے، چنانچہ اسی نسبت سے وہ خواتین کو تلقین کرتے ہیں کہ وہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی پیروی کریں اور اپنی آغوش میں ایسے نونہالوں کی پرورش کریں، جو بڑے ہو کر شبیر صفت ثابت ہوں، ''رموزِ بے خودی'' میں فرماتے ہیں:

مزرعِ تسلیم را حاصل بتول
مادراں را اسوۂ کامل بتول

اور ارمغانِ حجاز میں خواتین کو یوں نصیحت کرتے ہیں:

اگر پندے زِ درویشے پذیری
ہزار امت بمیرد تو نہ میری
بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

ترجمہ: ''ایک درویش کی نصیحت کو آویزۂ گوش بنا لو، تو ہزار قومیں ختم ہو سکتی ہیں، لیکن تم نہیں ختم ہو سکتیں۔ وہ نصیحت یہ ہے کہ بتول بن کر زمانے کی نگاہوں سے

او جھل ہو جاؤ (پردہ نشین ہو جاؤ) تا کہ تم اپنی آغوش میں ایک شبیر کو پال سکو‘‘۔

دوسرے لسان العصر حضرت اکبرالہ آبادیؒ ہیں، اقبالؒ کی طرح وہ بھی عصری تعلیم سے باخبر ہیں اورانہی کی طرح ان کی بھی ساری فکری توانائی اور شاعرانہ صلاحیت وقوت کی تان تہذیبِ فرنگ کو لتاڑنے اوراس کی زیاں کاریوں سے خبردار کرنے پر ہی ٹوٹتی ہے۔ ان کی شاعری پوری تحریکِ مغربیت کے خلاف ردِّ عمل ہے، ان کی شاعری بھی اقبالؒ کی طرح اول سے لے کر آخر تک اسی مادیتِ فرنگی کا جواب ہے اوران کی ترکش کا ایک ایک تیراسی نشانے پر لگتا ہے۔بس دونوں میں فرق یہ ہے کہ اقبالؒ بہ راہِ راست تیشہ سنبھال کرتہذیبِ نو کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے درپے نظر آتے ہیں، جب کہ حضرتِ اکبرؒ طنز کی پھلجھڑیوں کو واسطہ بنا کر مغرب کے مسموم افکار وخیالات پر پھبتیاں کستے ہیں۔

مغربی نظامِ تعلیم بھی حضرت اکبرؒ کا خاص موضوع تھا اوراس کی طرف خواتین کے روزافزوں بڑھتے ہوئے رجحانات سے بھی وہ بہت ملول اورکبیدہ خاطر تھے، چنانچہ ایک جگہ مغرب کی طرف سے اٹھنے والی تعلیمِ نسواں کی تحریک اور بے پردگی کو لازم وملزوم بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

مجلسِ نسواں میں دیکھو عزتِ تعلیم کو
پردہ اٹھا چاہتا ہے علم کی تعظیم کو

مشرق میں بہترین عورت کا تخیل یہ ہے کہ وہ شروع سے نیک سیرت، بااخلاق اورہنس مکھ رہے وہ جب بات کرے تو اس کے منھ سے پھول جھڑیں، وہ دینی تعلیم حاصل کرے اورخانہ داری کے طور طریقے سیکھے کہ آگے چل کراس کو گھر کی ملکہ بننا ہے۔بچپن میں والدین کی اطاعت اورشادی کے بعد شوہر کی رضامندی کو پروانۂ جنت خیال کرے، تاکہ خانگی شیرازہ اس کی ذات سے بندھا رہے، خاندان کی مسرتیں اس کے دم سے قائم رہیں اوروہ صحیح معنی میں ’’گھر کی ملکہ‘‘ ثابت ہو۔اس کے برخلاف فرنگیوں کے یہاں عزت کا معیار بدلا ہوا ہے، وہ عورت ہی کیا؟ جس کے حسنِ گفتار، حسنِ رفتار، حسنِ صورت، زیب وزینت، خوش لباسی، گلے بازی اوررقاصی کے چرچے سوسائٹی میں عام نہ ہوں، اخبارات میں اس کے فوٹو شائع ہوں، زبانوں پر جب اس کا نام آئے تو کام ودہن لذت اندوز ہوں، اس کا جلوہ آنکھوں میں چمک پیدا کردے، اوراس کا تصور دلوں میں بے انتہا شوق۔بہترین عورت وہ نہیں، جو بہترین بیوی اور بہترین ماں ہو، بلکہ وہ ہے جس کی ذات دوست احباب کی خوش وقتیوں کا دل چسپ ترین ذریعہ ہو اور ایسی ہو کہ اس کی رعنائی ودل ربائی کے نقش ثبت ہوں کلب کے درودیوار پر، پارس کے سبزے زار پر، ہوٹلوں کے کوچ اورصوفوں پر، ’’ہمارے‘‘ اور’’ان کے‘‘، تخیل کے اس بُعد المشرقین کو اقلیمِ لفظ ومعنی کا یہ تاجدار دو مصرعوں میں جس جامعیت اور بلاغت کے ساتھ بیان کرجاتا ہے، یہ اسی کا حصہ تھا:

حامدہ چمکی نہ تھی انگلش سے جب بے گانہ تھی
اب ہے شمعِ انجمن پہلے چراغِ خانہ تھی

''چمکی''میں وہ بلاغت ہے کہ سننے والا لوٹ لوٹ جائے اور یہ ''چمک''مخصوص ہے ''نئی روشنی'' کی چمنیوں کے ساتھ۔

حسن وناز کی دنیا میں قابلِ دادو تحسین اب تک کم سخنی ،کم گوئی اور بے زبانی تھی۔مشرقی شوہر ''چاندسی دلہن''اس لئے بیاہ کرلاتا تھا کہ وہ اسے اپنے گھر کا چراغ بنادے اورتخیل ''خانہ آبادی'' کا غالب رہتا ،مگرمغربی نظامِ تعلیم کی دَین کہ محفل کے طور ہی کچھ اور ہوگئے ،نقشہ بالکل ہی بدل گیا۔اب تو ٹھاٹھ بزم آرائیوں کے جمے ہوئے،حجاب کی جگہ بے حجابی ،سکوت کی جگہ طوفانِ تکلم ،مستوری کی جگہ نمائش ،عاشق بے چارہ اس کا یاپلٹ پر دنگ ،حیران ،گم صم ،کل تک جو نقشِ تصویر تھا، وہ آج گراموفون کی طرح مسلسل وقفِ تکلم:

خامشی سے نہ تعلق ہے نہ تمکین کا ذوق
اب حسینوں میں بھی پاتا ہوں ''اسپیچ'' کا شوق
شانِ سابق سے یہ مایوس ہوئے جاتے ہیں
بت جو تھے دیر میں ناقوس ہوئے جاتے ہیں

اکبرؒ کے اسی مرقع کا ایک اورمنظر۔

اعزاز بڑھ گیا ہے آرام گھٹ گیا ہے
خدمت میں ہے وہ لیزی اور ناچنے کو ریڈی
تعلیم کی خرابی سے ہوگئی بالآخر
شوہر پرست بیوی پبلک پسند لیڈی

ایک دوسری جگہ اس مرقع میں آب ورنگ ذرا اور زیادہ بھر دیتے ہیں،چنانچہ ارشاد ہے:

اک پیر نے تہذیب سے لڑکے کو سنوارا
اِک پیر نے تعلیم سے لڑکی کو سنوارا
کچھ جوڑ تو ان میں کے ہوئے ہال میں رقصاں
باقی جو تھے گھر ان کا تھا افلاس کا مارا
بیرا وہ بنا کمپ میں یہ بن گئیں آیا
بی بی نہ رہیں جب تو میاں پن بھی سدھارا
دونوں جو کبھی ملتے ہیں گاتے ہیں یہ مصرعہ
''آغاز سے بد تر ہے سرانجام ہمارا''

یہ خیال نہ گزرے کہ اکبرؒ سرے سے تعلیمِ نسواں کی مخالفت کرتے تھے اورلڑکیوں کو بالکل ہی ناخواندہ رکھنے کے حامی تھے، وہ تعلیمِ نسواں کے حامی تھے،لیکن تعلیم تعلیم میں بھی تو زمین وآسمان کا فرق ہے،وہ اس تعلیم کی تائید میں تھے، جو رابعہ بصریہؒ نہ سہی دورِ مغلیہ کی جہاں آراء بیگم ہی کے نمونے پیدا کرے، نہ کہ اس تعلیم کی ، جو زینت ہوا پر ہاؤس اور پکچر پیلس کی ،اس تعلیم کو وہ رحمت نہیں ،خدا کا قہر سمجھتے تھے،جس پر

بنیادیں تعمیر ہوں ہالیووڈ اور بالی ووڈ کی، وہ آرزومند تھے، اس نظامِ تعلیم کے، جو مہربان مائیں، وفا سرشت بیویاں اوراطاعت شعار لڑکیاں پیدا کرے، نہ کہ اس کے جو تھیٹر میں ایکٹری اور برہنہ رقاصی کے کمالات کی طرف لے جائے ۔ وہ ملک میں حوریں پیدا کرنا چاہتے تھے کہ دنیا جنت نظیر بن جائے، وہ پریوں کے مشتاق نہ تھے کہ ملک ''راجہ اندر'' کا اکھاڑا ہوکر رہ جائے، ان کا قول تھا کہ:

دو شوہر واطفال کی خاطر اُسے تعلیم
قوم کے واسطے تعلیم نہ دو عورت کو

مزید توضیح ملاحظہ ہو:

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر
خاتون خانہ ہوں وہ سبھا کی پری نہ ہوں
ذی علم ومتقی ہوں، جو ہوں ان کے منتظم
استاذ ایسے ہوں مگر ''استاد جی'' نہ ہوں

''استاذ'' اور ''استاد'' کے لطیف فرق کو جس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ بس انہی کا حصہ ہے، استاذ تو دینی واخلاقی تعلیم وتربیت دینے والے کو کہتے ہیں، جبکہ استاد جی ارباب نشاط کو تعلیم دینے والے کو کہتے ہیں۔

ایک اور طویل نظم میں لڑکیوں کی تعلیم کے حوالے سے اپنا پورا مسلک وضاحت کے ساتھ بیان کردیا ہے، چند اشعار نظر نواز ہوں:

تعلیم عورتوں کو بھی دینی ضرور ہے
لڑکی جو بے پڑھی ہے وہ بے شعور ہے
ایسی معاشرت میں سراسر فتور ہے
اور اس میں والدین کا بے شک قصور ہے
لیکن ضرور ہے کہ مناسب ہو تربیت
جس سے برادری میں بڑھے قدر و منزلت
آزادیاں مزاج میں آئیں نہ تمکنت
ہو وہ طریق جس میں ہو نیکی ومصلحت
ہر چند وہ علمِ ضروری کہ عالمہ
شوہر کی ہو مرید تو بچوں کی خادمہ
عصیاں سے محترز ہو خدا سے ڈرا کرے
اور حسن عاقبت کی ہمیشہ دعا کرے

آگے حساب کتاب، نوشت وخواند، اصولِ حفظانِ صحت، کھانا پکانے اور کپڑے سینے وغیرہ کو درسِ نسوانی کا لازمی نصاب بتا کر فرماتے ہیں:

داتا نے دھن دیا ہے تو دل سے غنی رہو
پڑھ لکھ کے اپنے گھر کی دیوی بنی رہو
مشرق کی چال ڈھال کا معمول اور ہے
مغرب کے نازو رقص کا اسکول اور ہے
دنیامیں لذتیں ہیں نمائش ہے شان ہے
ان کی طلب میں حرص میں سارا جہان ہے
اکبر سے یہ سنو! کہ یہ اس کا بیان ہے
دنیا کی زندگی فقط اک امتحان ہے
حد سے جو بڑھ گیا تو ہے اس کا عمل خراب
آج اس کا خوش نما ہے مگر ہوگا کل خراب (۲۰)

حوالہ جات

ا:......صحیح بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل امتہ واہلہ، ج:اص:۲۰،صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا الخ، ج:ا،ص:۸۶۔

۲:......مرقات، ملاعلی قاریؒ، ج:ا،ص:۷۹۔

۳:......صحیح بخاری، کتاب العلم، باب ہل یجعل للنساء یوما علی حدۃ فی العلم ج:ا،ص:۵۷۔

۴:......شعب الایمان للبیہقی، ج:۶،ص:۴۲۰۔

۵:......الاستیعاب، ابن عبدالبرؒ، ج:۲،ص:۲۶۷۔

۶:......الاستیعاب، ابن عبدالبر، ج:۲،ص:۷۵۶۔

۷:......تہذیب التہذیب، ابن حجرعسقلانیؒ ج:۱۱،ص:۴۰۹۔

۸:......الاستیعاب، ابن عبدالبرؒ، ج:۲،ص:۷۶۰۔

۹:......تہذیب التہذیب، ابن حجرعسقلانیؒ، ج:۱۱،ص:۴۰۹۔

۱۰:......صفۃ الصفوہ، ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزیؒ، ج:۴،ص:۱۶۔

۱۱:......تاریخِ اسلام کی چارسو باکمال خواتین، طالب الہاشمی، ص:۱۲۲-۱۲۳۔

۱۲:......کنزل العمال، باب الہو واللعب والغنی، حدیث:۴۰۶۱۱۔

۱۳:......سورۂ نساء آیت:۳۲۔

۱۴:......مجمع الزوائد، نورالدین ہثیمیؒ، ج:۴،ص:۳۲۷۔

۱۵:......صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبہین بالنساء والمتشبہات بالرجال، ج:۲،ص:۸۷۴۔

۱۶:......شذراتِ فکرِ اقبال، علامہ اقبالؒ، ص:۱۴۸۔

۱۷:......روزگارِ فقیر، ج:ا،ص:۱۶۶۔

۱۸:......ص:۸۵۔

۱۹:......ص:۲۰۸۔

۲۰:......اکبرنامہ، عبدالماجد دریابادیؒ، ص:۱۰۵-۱۰۷/اور۱۱۰-۱۱۳/ملخصاً۔

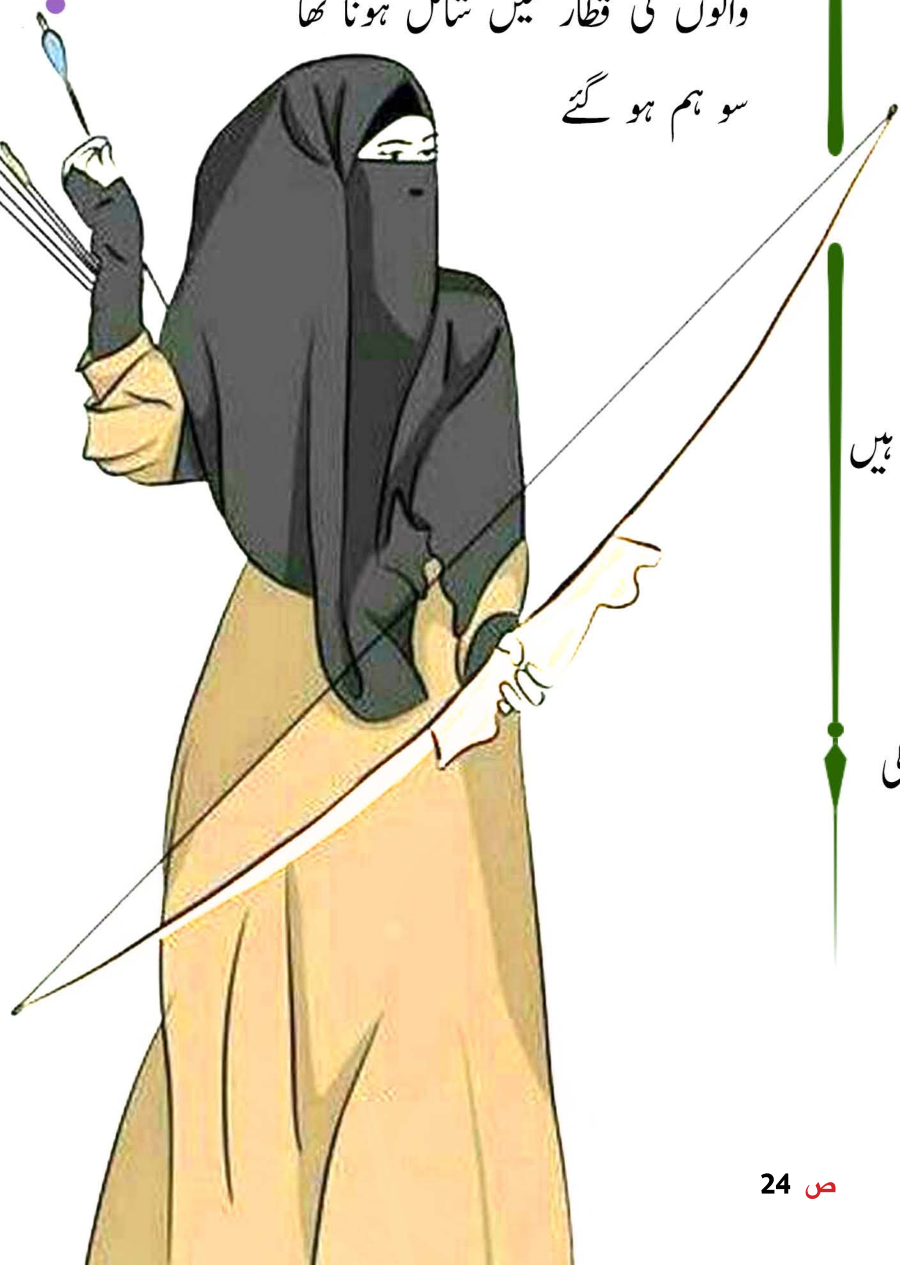
(جاری ہے)

تمہاری ہنسی اور میرا جہاد

سوشل میڈیا سے اقتباس

جہاد کی بات کرو تو ہنس کر کہتے ہیں
تم کرو گی جہاد تم جگاؤ گی سوئے ہوئے
لوگوں کو؟ ایسا اب ممکن نہیں
سنو یہ باتیں پرانی ہو چکی ہیں
انہیں اب رہنے دو
چلو مان لیا، نہیں جاگیں گے
یہ بھی مان لیا کہ میں یہ کام بڑے
پیمانے پر نہیں کر سکتی یہ بھی مان لیتی
ہوں کہ اندھیرے بہت گہرے ہیں
لیکن تمہیں کیا لگتا ہے تمہاری یہ ہنسی
مجھے روک پائے گی؟
مان لیا کہ میں وہ موج نہیں بن سکتی
جو سب تہس نہس کردے
مگر وہ بارش کا قطرہ ضرور بنوں گی
جو مل جائیں اگر تو طغیانی کا باعث بنتے ہیں
میں وہ شمع ضرور بنوں گی
جو شب کی تاریکی میں امید بنتی ہے
میں سب کو نہیں، مگر ہاں
اپنے پیچھے کوئی ایک تو ایسا چھوڑ جاؤں گی
جو میری آواز بنے گا
جو اس مقصد کو لے کے چلے گا

سحر گر ہم نہ بھی دیکھ پائے
تو کوئی غم نہیں اے دوست!
کہیں جب کوئی شمع جلائے گا
تو نام ہمارا بھی جگمگائے گا
وہ جو کہتے ہیں کہ کسی قابل نہیں یہ کوشش
میں ان کو پیغام دیتی ہوں کہ نتیجہ تو رب
کے ذمے ہے ہم نے تو بس کوشش کرنے
والوں کی قطار میں شامل ہونا تھا
سو ہم ہو گئے



تعلیم نسواں، ایک عقلی دلیل کا جواب

ابو رفیدہ



کالج سے چھٹی ہو کر ہم کچھ ساتھی ایک ساتھ گھر آیا کرتے تھے اور روزانہ کسی نہ کسی موضوع پر ہمارے بیچ بحث چھڑ جاتی، اکثر تو موضوع ایسا ہوتا کہ سب ساتھی مل کر کسی چیز کی یا تو برائی بیان کرتے یا پھر تعریف کرتے تھے مگر بعض موضوعات میں دو گروپس بن جاتے تھے گویا کہ میدان مناظرہ سج گیا ہو۔ ہمارے راستے میں گرلز اسکول اور گرلز کالج بھی آتا تھا اور زیادہ تر ہماری ٹائمنگ ایسی تھی کہ گرلز سکول یا کالج پہنچ جاتے تو ان کی چھٹی ہو جاتی تھی اور ہم ان کے بیچ میں سے گزرتے تھے تو میرے منہ سے نہ چاہتے ہوئے بھی کچھ نہ کچھ الفاظ نکل جاتے تھے کہ "یہ بے حیائی ہے" "والدین کی بے غیرتی ہے" وغیرہ... اور بس بحث شروع ہو جاتا، ایک دم سب میرے مخالف ہو جاتے کہ آپ کی یہ سوچ غلط ہے۔ یہ تو وقت کی ضرورت ہے، یہ ہے، وہ ہے، اور حال یہ کہ سب اس طرف انجوائے کرنے جاتے تھے۔

بہر حال ان میں سے جو زیادہ بحث کرتا تھا اس سے میں نے پوچھا کہ چلو یہ بتاؤ کہ یہ تعلیم اتنی ضروری ہے تو آپ کی بہن کیوں نہیں پڑھتی جو گھر میں بیٹھی ہوئی ہے؟ تو عجیب انداز سے گھورنے لگا اور غصے میں کہا کہ وہ خود نہیں پڑھتی تو میں نے کہا اب اگر آپ کا بھائی کہے کہ میں نہیں پڑھتا تو کیا آپ اس کو ایسے ہی چھوڑ دو گے؟ پھر میں نے کہا کہ پڑھتی نہیں ہے تو کوئی ہنر تو سکھا دیتے، بے چاری کا مستقبل کیوں تباہ کیا؟ اس کے بعد کچھ دن کیلئے مجھ سے خفا تھے اور پھر کبھی اس موضوع پر بات نہیں چھیڑی۔

بد قسمتی سے زیادہ تر مسلم گھرانوں کی عورتیں گھر کے باہر ہی خوش رہتی ہیں اور ان کو آزادی بھی ہے اپنے نامردوں کی طرف سے، مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ پرائے گھر کی عورتیں پڑھنے کیلئے بھی نکلیں، کام کاج کیلئے بھی نکلیں، ویلنٹائن ڈے پر گفٹ شفٹ بھی دیا کریں، مگر اپنے گھر کی عورتیں گھر میں ہی بیٹھی رہیں عزت سے۔

اصل پوائنٹ کی طرف آتے ہیں کہ عورت کی تعلیم پر اکثریت علماء کا یہ فتویٰ ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اب اس قول کو لے کر انہوں نے اس بات کی اجازت دی ہوئی ہے کہ عورت پر تعلیم فرض ہے چاہے وہ طب ہو، انجینیئرنگ ہو، اقتصادیات ہو، شماریات ہو، میوزک ہو، ڈانسنگ ہو، مطلب کچھ بھی ہو، وہ اسکول، کالج اور یونیورسٹی جاسکتی ہیں کیونکہ ان اداروں میں یہ سب پڑھایا جاتا ہے۔

اب علم سے مراد کونسا علم ہے؟ اس پر علماء کے بیانات اور تبصرے یا

کتب وغیرہ موجود ہیں اس بحث میں ہم نہیں پڑتے، کیونکہ یہ علماء کا کام ہے۔ ان کا اختلاف اپنی جگہ مگر زیادہ توجہ لوگ جس بات پر دیتے ہیں خواہ وہ علماء ہوں یا پھر سکول مدرسے کا دروازہ نہ دیکھنے والے ان پڑھ جاہل ہوں، وہ عقلی دلیل ہے۔ ہم اسی عقلی دلیل کا بھی عقل سے جواب دینا چاہتے ہیں مگر اس کیلئے قارئین کا نظریہ اسلامی ہونا چاہئے جو زنا کی قسمیں اور حرمت سے واقف ہوں۔

جہاں بھی اس موضوع پر بات ہوتی ہے تو ایک دم افلاطون بن کر دلیل دے مارتا ہے کہ تمہاری ماں بہن یا بیوی بیمار ہو جائے تو میل ڈاکٹر کے پاس لے کر جاتے ہو؟ کتنی شرم کی بات ہے؟ کیا آپ چاہتے ہو کہ آپ کی بیوی کا علاج یعنی ڈیلیوری یا الٹرا ساؤنڈ آپریشنز وغیرہ کسی مرد کے ہاتھوں ہوں؟ تو ان کو میری طرف سے جواب ملاحظہ ہو۔

میں اپنی بیوی یا ماں بہن کو خود لے کر جاتا ہوں ڈاکٹر کے پاس اور خود ہی واپس لے کر بھی آتا ہوں۔ ڈاکٹر کے پاس ہمارا پندرہ بیس منٹ کا وقت لگتا ہے جو بھی بات ہو پوچھ گچھ ہو تو سب کچھ میرے سامنے ہوتا ہے یا اگر خفیہ مسائل ہوں تو بھی مریض کے ساتھ ماں یا ساس وغیرہ ہوتی ہے پاس، پھر نکل کر باہر جو مرد انتظار کرتا ہے ان کے ساتھ واپس چلتے ہیں گھر، چیک اپ کے علاوہ اگر آپریشن کی بات ہو تو وہ تو ویسے بھی میل ڈاکٹرز ہی کرتے ہیں ہسپتال میں سینکڑوں نرسز اور لیڈی ڈاکٹرز کے باوجود آپریشن میل ڈاکٹرز کے بغیر نہیں ہوتا تو پھر اس دلیل کی کیا ویلیو رہ گئی؟۔

اس پندرہ بیس منٹ پر میرے اس غیر تمند بھائی کو اعتراض ہے لیکن اس پندرہ بیس سال پر اعتراض نہیں جس میں اس کی بہن غیر محرم کے ساتھ ایک ہی کمرے میں پڑھتی ہے، ایک ساتھ گھومتی پھرتی ہے، ایک ساتھ پریکٹیکل کرتی ہے، فیئر ویل پارٹیاں یا ویلکم پارٹیاں کرتی ہے پھر ٹریننگ کے دوران گھر سے باہر ہاسٹلز میں وقت گزارتی ہے، پھر سو میں سے بیس پچیس کامیاب ہو کے ڈاکٹر یا نرس بن جاتی ہیں تو ہسپتال میں ڈیوٹی کے دوران غیر محرم ڈاکٹروں کے ساتھ گھومتی پھرتی ہیں، دن ہو یا رات ہو نرسز اور میل نرسز ایک ساتھ ڈیوٹی دیتے ہیں۔ یوٹیوب پر ہزاروں ویڈیوز موجود ہیں کہ اور کیا کیا ہوتا ہے ہسپتالوں کے اندر اس پر اس غیر تمند بھائی کو کوئی اعتراض نہیں ہے؟۔

لیکن اس پر اعتراض ہے کہ میں عورت کو دس پندرہ منٹ کیلئے میل ڈاکٹر کے پاس لے کر جاتا ہوں، وہ بھی جب مرض شدت اختیار کرتا ہے تب، اس کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ اس کو فتنہ بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ انسان کا بے حیائی کی طرف دھیان ہی نہیں جاتا اور شریعت بھی اجازت دیتی ہے۔ اسی بات پر اعتراض نہیں کہ میری بہن بن سنور کر ہسپتال جاتی ہے جیسے کسی شادی کی تقریب میں جانا ہو۔ معلوم نہیں یہ ہم کس اسلام کے پیروکار ہیں اور ہماری غیرت کو یہ کیا ہوا جس پہ آنکھیں بند کر کے ہم خود ساختہ دلیلیں ڈھونڈتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی عزتوں کی حفاظت کرے اور امت مسلمہ کے غیور عورتوں کو حجاب کی توفیق عطاء فرمائے اور بے جا گھروں سے نکلنے سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔

نکاح کا صحیح وقت اور فوائد

بی بی رقیہ شاہ



انسان کی فطری ضروریات میں سے ایک ضرورت مباشرت بھی ہے اور یہ اپنی تفصیلات کی وجہ سے بہت ہی اہم ہے۔ اسلام نے انسان کو اپنی اس فطری ضرورت کو نکاح کی صورت میں جائز طریقے کے ساتھ پورا کرنے کی اجازت دے رکھی ہے اور اسلام نے نکاح کو نسل انسانی کی بقاء و تحفظ کے لیے ضروری گردانا ہے۔ ادیان سابقہ میں رہبانیت تھی، لوگ نکاح کو اپنی عبادت میں رکاوٹ سمجھتے اور یوں ہی تجرد میں زندگی گزارتے تھے لیکن ہماری شریعت، جو کہ افراط و تفریط سے مکمل طور پر پاک ہے، میں یہ تصور نہیں ہے، بلکہ اس میں نکاح نہ کرنے کو زندگی سے فرار کے مترادف قرار دے دیا ہے۔

ہمارے دین میں نکاح کرنا سنت ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نکاح میری سنت میں سے ہے"۔ اسی طرح نکاح کو نصف دین کہا گیا ہے: بیہقی میں انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جناب رسول اللہ نے فرمایا:

"إذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین" ترجمہ: جس نے نکاح کیا اس نے اپنا آدھا دین پورا کرلیا۔

نکاح صرف آپ علیہ الصلوۃ السلام کی سنت نہیں، بلکہ تمام انبیاء کی سنت ہے، ارشاد ربانی ہے:

"وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً"

آپ سے پہلے جتنے بھی انبیاء گزرے ان سب کی بیویاں تھیں، بچے تھے۔

فقہاء فرماتے ہیں جب بندہ نکاح کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور اسے خوف ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ سرزد ہو سکتی ہے تو ایسی صورت میں نکاح واجب ہے۔

اسلام میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا تعلق بلوغت سے ہے جیسے روزہ زکات وغیرہ کی فرضیت، حدود جاری ہونے کی اہلیت، عقود کے انعقاد کی اہلیت۔ ویسے ہی نکاح کا تعلق بھی بلوغت سے ہے جب لڑکا لڑکی بالغ ہوں تو ان کی شادی کردینی چاہیے اور یہی اسلاف کا طریقہ کار رہا ہے۔

آج کل نکاح میں تاخیر ایک رواج بن چکا ہے اور اس کے لیے مستقل مہم چلائی جاتی ہے جو کہ دراصل فحشاء کو بڑھاوا اور خاندانی منصوبہ بندی کا ایک ذریعہ ہے۔ انیس بیس سال کی عمر میں نکاح کرنے والے جوڑے اور تیس پینتیس سال کی عمر میں نکاح کرنے والے جوڑے کی اولاد میں زمین و آسان کا فرق ہوتا ہے اور اس کا اندازہ آپ خود معاشرے میں رہ کر لگا سکتے ہیں۔ اسی طرح بروقت نکاح نہ ہونا فحشاء کو دعوت دینا ہے کیونکہ یہ ایک فطری ضرورت ہے، جو ہر حال میں پورا ہونے کا تقاضا کرتی ہے، والدین کو چاہیے کہ اس کام میں غفلت نہ برتیں۔

شعب الایمان میں حدیث ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فليزوّجه، فإن بلغ ولم يزوّجه فأصاب إثماً فإنما إثمه على أبيه.

ترجمہ: جس کے ہاں بچہ ہو تو اس کا اچھا نام رکھے، ادب سکھائے اور جب بالغ ہو تو اس کی شادی کرائے، اگر بالغ ہوا اور شادی نہیں کرائی اور بیٹے سے گناہ سرزد ہوا تو اس کا گناہ باپ پر ہو گا۔ (باپ گناہ میں شریک ہے اور گنہگار ہو گیا۔)

نکاح کو شرعی نکتہ نظر سے دیکھیں تو اس میں بہت زیادہ اخلاقی، نفسیاتی، خاندانی، معاشرتی، دینی، دنیوی غرضیکہ درجنوں خوبیوں کا دوسرا نام نکاح ہے۔ نکاح سے صرف جنسی سکون نہیں بلکہ قلبی سکون و اطمنان بھی ملتا ہے۔ ذہنی ارام میسر ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا•

ترجمہ: وہ ذات کہ جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور پھر اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا تاکہ وہ اس سے سکون و ارام حاصل کرے۔ نکاح سے گھر بنتے سنورتے ہیں، خاندان آپس میں جڑ جاتے ہیں، صلہ رحمی پیدا ہوتی ہے، انسانوں کے درمیان محبت پیدا ہوتی ہے، خوشیاں اور غم بانٹنے کا ذریعہ اور بقاء انسانی کا شرعی و عقلی تقاضا ہے۔

حدیث میں نکاح کا اخلاقی و دینی فائدہ بیان ہوا ہے، ارشاد نبوی ہے "فإنہ أغض للبصر و أحصن للفرج" (متفق علیہ) کہ نکاح نظر کو چھپاتا ہے اور شرمگاہ کو محفوظ کرتا ہے اور اس سے بڑا فائدہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ جب بندے کی آنکھیں اور شرمگاہ محفوظ ہوں، یعنی وہ حقیقی زنا اور آنکھوں کی زنا سے پاک ہو۔

یہ فوائد تبھی حاصل ہو سکتے ہیں جب نکاح صحیح وقت پر کیا جائے۔ لڑکا جوان ہوا، دس بارہ سال بعد از بلوغت ادھر ادھر منہ مارنے کی کوششیں کیں، کئی گناہ سرزد ہوئے، اب آپ کو خیال آیا کہ اس کی شادی کرائی جائے تو شاید آپ نکاح کے فوائد کی نہیں بلکہ اپنے ہی گھر میں پلے ایک شر کو کسی کی بیٹی لا کر دبانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس سے شاید شر تو کچھ نہ کچھ دب جائے مگر وہ فوائد جو آپ کے بیٹے یا بیٹی کو حاصل ہونے تھے، اس سے رہے۔ آج کل خود ساختہ آئین میں بلوغت کی جو خاص عمر لکھی گئی ہے اس کی شریعت میں کوئی ویلیو نہیں ہے بلکہ شریعت مطہرہ نے اس کی مخصوص نشانیاں بتلائی ہیں۔ شادیوں میں ایک بڑی رکاوٹ سیٹل ہونا بھی کہلاتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ بندہ گھر گاڑی کا مالک ہو تبھی شادی کرے۔ یہ مادیات کی غلامی ہے اور اسی وقت جس وقت نوجوان خود کو سیٹل نہیں مانتا کئی جگہ منہ کالا کر رہا ہوتا ہے مگر شادی کیلئے اس کے پاس پیسے نہیں ہوتے یہ بھی ایک تفصیلی مسئلہ ہے جس پر آئندہ کبھی بات کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

ایک نظر عمر میڈیا پر

UMAR MIDIA

مجلہ طالبان سے اقتباس

مولانا خالد قریشی

تحریک طالبان پاکستان حال ہی میں تمام اداروں کو مد نظر رکھتے ہوئے بہتر سے بہترین نظم و ضبط پیش کرنے والی اپنی نوعیت کی جنوبی ایشیاء کی منظم ترین جہادی جماعت ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ جہاد صرف قتال کا نام نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ لسان و قلم، خطابت و کتابت، تنقیح و توضیح اور تدبیر و تقریر بھی انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ بھی آپ کو معلوم ہو گا کہ تحریک طالبان پاکستان رہبری شورا سے لیکر اعلامی کمیشن تک ہر چیز پر نظر رکھی ہوئی ہے اور ہر ادارے کو حسب استطاعت سہولیات فراہم کر کے اسے جہاد پاکستان میں اپنی صلاحیت بروئے کار لانے کے مواقع فراہم کر رہی ہے۔ اسی سلسلے میں تحریک طالبان پاکستان کا ادارہ عمر میڈیا بھی بحال ہے اور ماضی کے کسی بھی حصے سے زیادہ منظم اور فعال ہے۔

عمر میڈیا کی سب سے اہم بات تحریک طالبان پاکستان کا موقف پیش کرنا ہے۔ حالات کے تناظر میں کسی واقعے کی تحقیق یا تردید کرنی ہو، کسی واقعے کے بارے میں ضروری وضاحت دینی ہو یا کسی کی تعزیت یا ہمدردی ہو تو اعلامی کمیشن تحریری شکل میں ارسال کر کے عمر میڈیا چینلز پر نشر کرواتے ہیں اور اسی طرح بواسطہ ترجمان وہ صحافی برادری کو بھی اپنے پیغامات بروقت ارسال کرتے ہیں دیکھا جائے تو اس حوالے سے تحریک کا اعلامی کمیشن بہت ہی حساس رہ رہا ہے اور کوئی بھی ایسا واقعہ یا سانحہ نہیں رہتا جس پر بولنے کی ضرورت ہو اور وہ خاموش رہے۔

عمر میڈیا کا ویڈیو شعبہ بھی بہت ہی فعال اور تحریک طالبان پاکستان کی فعالیت کے بارے میں آگاہی دینے کے ساتھ ساتھ دشمن کے مظالم اور زیادتیوں سے بھی پردہ فاش کرنے کا کام بخوبی کر رہا ہے۔ ان دونوں کاموں کیلئے عمر میڈیا نے درج ذیل الگ الگ سلسلے قائم کر رکھے ہیں۔

۱. ابطال امت:

اس سلسلے میں تحریک طالبان پاکستان کے شہید قائدین کی زندگیوں کا احاطہ کرتی ویڈیوز شائع ہوتی ہیں۔

۲. معرکے ہیں تیز تر:

اس سلسلے میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین کی عملیات کی ویڈیوز دکھائی جاتی ہیں۔ اس نوعیت کا سلسلہ اس سے پہلے "الکرارون" کے نام سے تھا۔

۳. تیار ہیں ہم:

اس سلسلے میں تحریک طالبان پاکستان کے معسکرات میں تربیتیں حاصل کرنے والے مجاہدین کی ویڈیوز دکھائی جاتی ہیں۔ اس سے قبل یہ سلسلہ "المعدون للقتال" کے نام سے تھا۔

۴. زیر نظر:

اس سلسلے میں پاکستانی حکومت کے کرپشنز، پارلیمینٹی و عدالتی مظالم اور عوام پاکستان کے ساتھ کی جانے والی تمام زیادتیوں سے پردہ اٹھایا جاتا ہے۔

۵. نہ جانے کب میری بستی کے لوگ جاگیں گے:

اس سلسلے میں خصوصی طور پر پاکستانی ظالم و جابر سیکورٹی اداروں کے مظالم دکھائے جاتے ہیں۔

۶. میں جہاد کا مسافر:

یہ ایک تفریحی ویڈیو سلسلہ ہے جس میں مجاہدین کے اسفار، عبادات اور خوراک وغیرہ کے مناظر دکھائے جاتے ہیں۔

۷. کفالۃ الیتیم:

یہ ایک دردناک سلسلہ ہے جس میں آپ یہ تو دیکھیں گے کہ تحریک طالبان پاکستان کا فلاحی ادارہ یتیموں کے ساتھ مدد کرتا ہے مگر دوسری طرف یتیموں کے پھٹے ہونٹ، پھٹے پرانے کپڑے اور غم زدہ چہرے آپ کو غمگین کر دیں گے۔

۸. دعوت جہاد:

اس سلسلے میں مجاہدین علمائے کرام کے بیانات شائع ہوتے ہیں۔

۹. رسمِ محبت:

اس نام سے آپ بہت جلد ایک ویڈیو سلسلہ دیکھ پائیں گے ان شاء اللہ، جس میں شہداء کی تصاویر اور مختصر تعارف ہوگا۔

۱۰. شاہین جوان:

اس سلسلے میں استشہادی عملیات کی تفصیلات اور استشہادی مجاہد کی ویڈیوز شائع کی جائیں گی۔

۱۱. ہم لوگ طالبان ہیں:

یہ سلسلہ تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین کے تعارف کیلئے شروع کیا گیا ہے کہ وہ کون ہیں اور کیا کرتے ہیں؟۔

تحریک طالبان پاکستان کی میڈیا میں ایک اہم چیز مجلہ یا رسالہ ہے۔ ایک تو مجلہ طالبان ہے جو آپ کے سامنے ہے اور اسی طرح مجلہ "بناتِ خدیجۃ الکبریٰ" بھی شروع کر رہا ہے جس میں خواتین کے مضامین شائع ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔

عمر میڈیا کی سوشل میڈیا ٹیم بھی ہے جو ٹویٹر سپیسز، ایف ایم پروگرامز تیار کرنے کے ساتھ ساتھ اعلامی کمیشن کو ٹرینڈز سے آگاہ کرتی ہے اور کسی بھی نئے واقعے کے بارے میں بروقت اطلاع دیتی ہے۔ یہ ٹیم تحریک طالبان پاکستان کیخلاف کیے جانے والے پروپیگنڈوں کا جواب بھی دیتی ہے اور ساتھ ساتھ تحریک کے حامی سوشل میڈیا صارفین کو اعلامی کمیشن کی ہدایات سے بھی آگاہ کرتی ہے۔

اس کے علاوہ بھی تحریک طالبان پاکستان کا عمر میڈیا وقتاً فوقتاً حالات حاضرہ کی مناسبت سے ویڈیوز، انفوگرافکس اور دیگر مواد شائع کرتی ہے۔ اللہ تعالی عمر میڈیا میں کام کرنے والے مجاہدین اور اس کی قیادت دن دگنی رات چگنی ترقی نصیب فرمائے اور اللہ ان کی کاوشوں کو اپنی دربار عالیہ میں قبول و منظور فرمائے۔ آمین۔

عالمگیر ترین کی خودکشی سے متعلق ایک بہن کا پیغام

چند روز قبل آپ نے ایک خبر دیکھی ہوگی کہ پاکستان تحریک انصاف سے کنارہ کش لوگوں کیلئے پارٹی بنانے والے اور ملک میں چینی کی تجارت پر قابض شخص جہانگیر ترین کے بھائی پاکستان سوپر لیگ کی ایک فاتح ٹیم ملتان سلطان کے مالک عالمگیر ترین نے اپنے ہی سر میں گولی مارکر خودکشی کرلی ۔ یہ شرعا بڑی بات ہے مگر یہاں پاکستان میں اسے معمولی تو نہیں لیکن روزانہ کی بنیاد پر ہونے والے واقعات میں سے ایک واقعہ کہلا سکتا ہے ۔

عالمگیر کے پاس دولت اور شہرت کے مواقع کی کمی نہیں تھی ۔ وہ کسی کے محتاج نہ تھے اور نہ ہی وہ دنیا کے مزے لوٹنے میں پیچھے رہ سکتے تھے ۔ ان پاس جس چیز کی کمی تھی وہ تھا، سکون اور اطمئنان ۔ ہم بارہا علمائے کرام کے بیانات میں یہ سنتے آ رہے ہیں کہ مال سے ضروریات تو پوری ہوسکتی ہیں، زندگی کے مزے لیے جا سکتے ہیں، ایک حد تک خواہشات پوری کی جا سکتی ہیں، حتی کہ دوسرے لوگوں کی مدد بھی کی جا سکتی ہے مگر... یہ آپ کو سکون اور اطمئنان نہیں دے سکتا ۔ سکون اللہ تعالی کے احکامات بجا لانے میں ہی ہے چاہے وہ احکامات ہمارے بدن سے متعلق ہوں یا بدن سے ۔

ألا بذکراللّٰہ تطمئن القلوب•

اس واقعے سے ہم حضرات و خواتین نے یہ عبرت حاصل کرنی ہے کہ کسی کے پاس مال اور ظاہری خوشی دیکھ کر حسرت نہیں کرنی چاہئے، بلکہ ہمیں لوگوں کی دینداری دیکھ کر ان کا دین میں مقابلہ یعنی مسابقہ فی الخیرات کی کوشش کرنی چاہئے ۔

7جولائی پاکستانی تاریخ کے سیاہ ترین دن کے موقع پر تحریک طالبان پاکستان کا اعلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج سات جولائی ہے یہ وہ المناک اور دردناک دن ہے جس کی بدمزگی اور تلخی اہلیان پاکستان کبھی بھی بھول نہیں سکتے کیونکہ اسی تاریخ کو جامعہ حفصہ ولال مسجد کے سینکڑوں معصوم طلبہ وطالبات اور شہید بن شہید غازی عبد الرشید رحمہا اللہ تعالی پر وقت کے فرعون صفت جرنیل پرویز مشرف اور بے ضمیر اسٹیبلشمنٹ نے فاس فورس بم برسا کر پاکستان کی تاریخ میں سیاہ باب قائم کیا، یہ وہ سیاہ دن ہے جس میں فوجی ٹولے نے نہتے طلبہ وطالبات کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کرکے مسجد ومدرسہ کے تقدس کو پامال کیا، اسی ظالمانہ آپریشن کے دوران قرآن مقدس کے ہزاروں نسخوں کو بے رحمانہ بمباری میں بھسم کرکے اس آپریشن کی کامیابی پر فوجی جرنیلوں نے جشن منایا، آج بعینہ اسی تاریخ کو حکومت پاکستان یوم تقدیس قران کے نام پر منانے کے بہانے اپنی سیاہ تاریخ کو مٹانے کی ناکام کوشش کر رہی ہے۔

اہلیان پاکستان پاکستانی اسٹیبلشمنٹ سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ سویڈن میں عید الاضحی کے دن قرآن مجید کو جلانے پر تو سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے اٹھارہ دن بعد یوم تقدیس قرآن منانا تو سمجھ میں آتا ہے مگر ٹھیک سولہ سال پہلے اسی تاریخ کو جب تم نے قرآن مجید کے سینکڑوں نسخوں کو جلاکر راکھ کر دیا تھا، اور بچے ہوئے نسخوں کو اسلام آباد کے G6 سیکٹر کے گندے نالے میں بہا دینے کے بعد جشن منایا تھا اس کا مداوا کس طرح کرو گے؟

یاد رہے! پاکستانی قوم اس وقت فوج کے بے تحاشا مظالم سے دبی ہوئی ضرور ہے مگر قرآن مجید اور قرآن کے معلمین و متعلمین اور معلمات ومتعلمات کو شہید کرنے اور سینکڑوں مدارس ومساجد کو جیٹ طیاروں سے گرانے اور جلانے کو بھولے نہیں ہے۔

وہ وقت دور نہیں کہ یہ غیور قوم ان مغربی وظیفوں پے پلنے اور پھولنے والے فوجی جرنیلوں سے ان مقدسات اور شعائر اسلام کی توہین کرنے کاحساب لے کر رہے گی۔ ان شاء اللہ تعالی

محمد خراسانی

ترجمان: تحریک طالبان پاکستان

رواں سال (2023ء) کے پہلے چھ مہینوں میں تحریک طالبان پاکستان کی کارروائیوں کی تفصیلی رپورٹ!

جائے عملیات: (اضلاع)

شمالی وزیرستان	65
جنوبی وزیرستان	54
خیبر ایجنسی	41
ڈیرہ اسماعیل خان	31
پشاور	17
لکی مروت	13
ٹانک	10
مردان	09
کوئٹہ	08
بنوں	07
صوابی	06
باجوڑ ایجنسی	06
مہمند ایجنسی	04
قلعہ عبداللہ	04
لوئر دیر	03
کرم ایجنسی	03
کوہاٹ	03
اپر دیر	02
سوات	02
چارسدہ	02
پشین	02
سوراب	02
شانگلہ	01
واشک	01
خانیوال	01
کراچی	01
میانوالی	01
ہنگو	01
نصیر آباد	01
نوشہرہ	01
ملاکنڈ	01
ڈیرہ مراد جمالی	01
ڈیرہ غازی خان	01

دشمن کا جانی نقصان

ہلاکتیں: 387

زخمی: 484

کل ہلاک و زخمی: 871

305 کل حملے

نقصان اٹھانے والے ادارے

فوج/ایس ایس جی/رینجرز: 379

پولیس/سی ٹی ڈی: 283

ایف سی: 186

خفیہ/امن کمیٹی: 23

نوعیت عملیات

سنائپر/لیزر حملے	67
جوابی حملے	46
گھات حملے	44
گوریلا حملے	41
گرینیڈ/بم دھماکے	37
تعارضی حملے	32
ٹارگٹڈ حملے	28
میزائل حملے	5
استشہادی حملے	5

دشمن سے حاصل شدہ سامان

- 21عدد کلاشنکوف
- 5عدد پستول
- 8عدد دیگر مختلف گنز
- 3عدد موٹر سائیکلیں
- 1عدد امریکی ساخت نائٹ ویژن
- متعدد گرینیڈز
- متعدد میگزینز گولیوں سمیت

جائے عملیات: (ولایات)

ولایت ڈی آئی خان	94
ولایت بنوں	85
ولایت پشاور	65
ولایت مردان	15
ولایت ملاکنڈ	15
ولایت کوہاٹ	08

تخریب

فوجی گاڑیاں	24
جاسوسی کیمرے	23
پولیس موبائلز	12
پولیس/سی ٹی ڈی تعمیرات	07
فوجی تعمیرات	06
موٹر سائیکلیں	05
موٹر سائیکل	01

فری زونز

بلوچستان	19
پنجاب	03
سندھ	01

UMAR MEDIA

عورت!

بنایا ہے مصور نے حسیں شہکار عورت کو
الگ پہچان دیتا ہے کہانی کار عورت کو
وہ ماں ہو بہن بیوی یا کہ بیٹی ہو سنو لوگو
ہر اک کردار میں رکھا گیا غم خوار عورت کو
یہی سچ مچ بنا دے گی ترے گھر کو حسیں جنت
ذرا تم پیار سے کرنا کبھی سرشار عورت کو
پھر اک دن ان کی قسمت میں لکھی جاتی ہے رسوائی
زمانے میں سمجھتے ہیں جو کاروبار عورت کو
اسی کا روپ دھارے پھر رہی ہیں کچھ چڑیلیں بھی
میں عورت ہی نہیں کہتا کسی مکار عورت کو
سلام ان عورتوں پر جو کہ مائیں ہیں شہیدوں کی
سلامی پیش کرتا ہوں میں سو سو بار عورت کو
مجھے اس وقت ارشدؔ کیوں مری ماں یاد آتی ہے
کسی کٹیا میں دیکھوں جب کسی لاچار عورت کو

ارشد محمود ارشد

